U93058 27.11.09

Title - Masnavi Khwab-o-Khayal.

Creator - Khwaja Sayyed Mohd. Meer Asar Dehelvi; Murattiba, Maulvi Abdul Haq

Publisher - Anjuman Urdu Press (Aurangabad).

Date - 1926

Pages - 135

Subjects - Urdu Adab - Shayari - Masnavi; Masnaviyaat; Asar Dehelvi; Khwaja Sayyed Mohd. Meer.

مثنوی

خواب و خیال

تصنیف

خواجہ سید محمد میر اثر (برادر خورد خواجہ میر درد)

مرتبہ

جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ)

معتمد انجمن ترقی اردو

سنہ ۱۹۲۶ ع

انجمن اردو پریس، اردو باغ، اورنگ آباد (دکن)

میں بار اول طبع ہوئی

(تعداد طبع ۱۰۰۰)

فہرستِ مضامین

مقدمہ

سید محمد نام، تخلص (اثر) کرتے تھے۔ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے۔ میر حسن اپنے ,,تذکرۂ شعرا،، میں لکھتے ہیں:—
"درویشے است موقر و صاحب سخنے است مرثر، عالم و فاضل رتبۂ قدرش بغایت بلند، گوهر صدرش نہایت ارجمند"۔
وہ خواجہ صاحب کے چھوٹے بھائی ہی نہیں تھے بلکہ اُن کے شاگرد اور مرید بھی تھے۔ اس مثنوی میں اُنھوں نے بھائی کا ذکر نہایت ادب اور عقیدت سے کیا ہے۔ درویشی اور شاعری دونوں میں اِنھیں کے قدم بقدم چلتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے—

خواجہ میر درد اُن بزرگوں میں سے ہیں جو اپنی سیرت اور کلام کی وجہ سے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ دلی پر صدمے پر صدمے اور آفتیں پر آفتیں نازل ہوئیں مگر اُن کے پائے استقلال کو کبھی لغزش نہوئی۔ ایک وجہ تو بظاہر یہ تھی کہ بزرگوں کے وقت سے کچھ جاگیر چلی آتی تھی اور لوگ اُن کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے، لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ اُن کی طبیعت میں حقیقی درویشی کی چاشنی تھی، توکل کے ساتھ استغنا اور بے نیازی اُن کے خمیر میں تھی۔ انھوں نے کبھی امرا اور بادشاہوں کو منہ نہ لگایا۔ پاس وضع کا ہمیشہ خیال رکھا اور عمر بھر تک نبھایا۔ میر اثر نے بھی

اپنے بھائی اور پیر و مرشد کی طرح، جن سے اُنھوں نے کسب کمال کیا تھا، "بطور درویشان صاحب معنی کے گوشہ نشینی اختیار کی"* اور اپنے بھائی کے سجادے پر عمر بسر کر دی۔

صاحب خمخانۂ جاوید لکھتے ہیں کہ "خواجہ میر درد کے عالم ضعیفی میں اُن کے ایک مرید نے عرض کی کہ دنیا دارِ فانی ہے اور حضرت کا وقت آخر، حضور ہدایت فرمائیں کہ آپ کے بعد کس کو آپ کا جانشین اور صاحب سجادہ مانیں۔ آپ یہ سنکر آنسو بھر لائے اور جواباً یہ قطعہ پڑھا:-

موت کیا ہم سے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں
تا قیامت نہیں مٹنے کے دل عالم سے
درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں"†

اس سے ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کو اپنے بھائی کا کس قدر خیال تھا اور وہ اُنہیں کیا سمجھتے تھے۔ اور میر اثر کے دل میں جو ادب و احترام اور ارادت و عقیدت مندی حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے تھی، اُس کی کچھ انتہا نہ تھی، چنانچہ اس کا ثبوت جا بجا اس مثنوی میں ملے گا اور اسی فیض صحبت کے اثر سے (اثر) کچھ کے کچھ ہو گئے—

درد ہی میرے جی میں بیٹھا ہے
درد کا میرے سر پہ سایا ہے

....

تو نے ایسی ہی دستگیری کی
پدری، مادری و پیری کی
تو نے اس مہر و غور سے پالا
نہ پڑا مجکو اور سے پالا

---

* گلشن ہند (صفحہ ۳۰) —

† خمخانۂ جاوید جلد اول صفحہ ۱۲۶ —

بات جو ہے مرے سو تیرے ساتھ
تونے ایسي ہی کی ہے میرے ساتھ
تونے بندے کو یوں نوازا ہے
ایسے ناکس کو سرفرازا ہے

میر اثر کا کلام بہت ہی پاک، صاف اور فصیح ہے اور درد و اثر کی چاشنی رکھتا ہے اور مثنوی* تو سلاست و فصاحت کی کان ہے۔ اُردو زبان میں مثنوی کا رواج بہت قدیم زمانے سے ہے اور دسویں صدی ہجری سے اب تک سینکڑوں مثنویاں لکھی گئی ہیں، جن میں عاشقانہ بھی ہیں، صوفیانہ بھی اور تاریخی بھی۔ بعض اُن میں سے بہت ضخیم اور بڑے پائے کی ہیں۔ لیکن اُس وقت اور اِس وقت کی زبان میں اس قدر تفاوت ہے کہ باہم کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جو یہ اُردو زبان کی جب سے بنیاد پڑی ہے، شاید ہی کوئی مثنوی زبان کی سلاست اور روانی، فصاحت اور شیرینی، روز مرہ کی صفائی، قافیوں کی نشست اور مصرعوں کی برجستگی، زنانے اور مردانے محاوروں کے بے تکلف استعمال میں مثنویء "خواب و خیال" کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ مگر بات کیا ہے کہ یہ

---

* اُن کے دیوان کی طرح اُن کی مثنوی بھی بہت کم یاب ہے۔ مجھے ایک مدت سے اس کی تلاش تھی، اتفاق سے اس کا ایک نسخہ میرے برادر معظم شیخ ضیاءالدق صاحب نے مجھے بھیجا جو انھیں کہیں سے مل گیا تھا۔ میں اس کی اصلاح و ترتیب میں مصروف تھا کہ مولوی نجیب اشرف صاحب ندوی نے اطلاع دی کہ انھیں ایک نسخہ انجمن اصلاح دیسنہ (بہار) کے کتب خانے میں دستیاب ہوا ہے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ میں انجمن کی طرف سے اُسے شائع کرنے والا ہوں تو کمال عنایت سے وہ نسخہ میرے پاس بھیج دیا جس سے مجھے اپنے نسخے کی تصحیح میں بہت مدد ملی اور میں مولوی صاحب موصوف کا بہت شکر گذار ہوں۔

کوئی مسلسل قصہ یا داستان نہیں ہے، ہجر و مفارقت، تنہائی، ملاقات و مواصلت، راز و نیاز، چھیڑ چھاڑ، اور عشق و عاشقی کی کیفیات اور واردات کا بیان ہے اور بہت پر لطف ہے - لیکن ایک مسلسل داستان کے بیان میں جو مختلف اشخاص کی سیرت نگاری اور مختلف حالات و واقعات کے دکھانے میں شاعر کو مشکلات پڑتی ہیں اور جس سے اس کے کمال کا اندازہ ہوتا ہے، اُن سب چیزوں سے یہ مثنوی خالی ہے - یہی وجہ ہے کہ اگر چہ میر تقی میر کی مثنویاں صفائی زبان کے لحاظ سے اُسے نہیں پہنچتیں، لیکن جب اُن تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہیں جو ایک مسلسل مثنوی کے لئے لازم ہیں تو میر صاحب کی مثنوی (شعلۂ عشق) کو نہ صرف بہ لحاظ زمانہ بلکہ ہر لحاظ سے تقدم اور فضیلت ہے - البتہ اس مثنوی میں دلی کیفیتوں اور معاملات عشقیہ کا بیان بہت قابل تعریف ہے اور خاصکر اس کا بے ساختہ اور بے تکلف طرز بیان بہت ہی لایق داد ہے اور حق یہ ہے کہ کمال کو پہنچا دیا ہے - جہاں سے کتاب کھولئے، ایک سی حالت ہے، یہاں محض نمونے کے لئے بعض مقامات سے بغیر کسی خاص کوشش کے چند شعر لکھے جاتے ہیں، جن سے (اثر) کے کلام کا انداز معلوم ہو گا —

شادمانی نظر نہیں آتی
زندگانی نظر نہیں آتی

کیا کہوں میں کسو سے اپنا حال
زیست کرنی غرض ہوئی ہے محال

کون کس کی سنے ہے کس سے کہوں
اور الٹے ہنسے وہ جس سے کہوں

درد کوئی کسو کا کیا جانے
اُس کا دل جانے یا خدا جانے

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا
گر کہا بھی تو کون مانے ہے
جو سنے ہے سو جھوٹ جانے ہے
گر کسو نے سنا تو کیا حاصل
اور سے کب کھلے ہے عقدۂ دل
کوئی دم گر اکیلے پاؤں اُسے
درد دل تک ذرا سناؤں اُسے
دل کا شاید بخار نکلے جب
یہ جو کھٹکے ہے خار نکلے جب

غم کسو کے گھٹائے گھٹتا ہے یا کسو کے مٹائے مٹتا ہے
جس کے جی پر پڑے وہی جانے اور کے دل کی اور کب جانے

میں نے کردی ہے اب خبر تجھکو
مل نہ جاوے کہیں اثر تجھکو
تو خبردار ہو کہ ہووے گا
دیکھیو آپھی جو کہ ہووے گا
سب دنوں کا قصور نکلے گا
کیسا تیرا غرور نکلے گا
اُس کے ہاتھ اب کے بار آ تو سہی
پھر سلامت تو بچ کے جا تو سہی
خیر وہ تو جو ہو گی سو ہوگی
اب تو مرنا ہے عشق کا روگی

اب نہ دن ہی کٹے نہ رات کٹے
کس طرح عرصۂ حیات کٹے

رات کاٹے کوئی کہ دن کاٹے
بات بنتی نہیں ہے بن کاٹے
پھر یوں کاٹے کس کو بھاتا ہے
تس پہ دن رات کاٹے کھاتا ہے
ہے شب ماہ دل پہ یوں پیارے
جیسے گھوڑے کو چاندنی مارے

جس کے آنے کا لگ رہا ہے خیال
روز درپیش ہے یہی جنجال
گر ابھی رہ دو چار ہو جاوے
پھر سر نو بہار ہو جاوے

دانتوں کی تعریف میں :
یو تو کہنے کو جیسے موتی ہیں
باتیں موتی میں کب یہ ہوتی ہیں
گو ہزار آب دار موتی ہے
یہ صفا کوئی اُس میں ہوتی ہے

اپنی حیرت میں ایک تو ہوں میں
تس پہ حیران لوگ کرتے ہیں
میری تیری طرف یہ تکتے ہیں
کچھ کچھ آپس میں بیٹھے بکتے ہیں
کوئی ایدھر کو دھیان رکھتا ہے
کوئی باتوں پہ کان رکھتا ہے
کوئی آپس میں آنکھ مارے ہے
کوئی چھپ در پئے اشارے ہے

کوئی پکڑے ہے منہ کی بات کہی
کوئی کہتا ہے دیکھ، رہ تو سہی
کوئی پھینکے ہے بیٹھا آوازے
کہ یہ کھینچیں گے اس کے خمیازے

کوئی حیران بن کے بیٹھے ہے
کوئی انجان بن کے بیٹھے ہے
کوئی آنکھیں ادھر کو گاڑے ہے
کوئی نظریں چرائے تاڑے ہے

کوئی چتون کو اب پرکھتا ہے
کوئی تیوری پہ دھیان رکھتا ہے
ہر کوئی ہے اسی کے اب درپے
کہ بھلا دیکھوں بات یہ کیا ہے

....

اب کہاں تجھ کو دیکھ سکتا ہوں
بیٹھا اوروں کے منہ کو تکتا ہوں
تجھ کو دیکھوں کہ آہ ان کی سنوں
سبھی دشمن ہیں کس کو دوست کہوں

....

پہلے سو بار اِدھر اُدھر دیکھا
تب تجھے ڈر کے یک نظر دیکھا
نہیں معلوم کیا کیا ان کا
ہم غریبوں نے کیا لیا ان کا

کس لئے اس قدر تو ڈرتا ہے
سب سے یوں سہم کر بگڑتا ہے
ٹک سمجھ تو کسی کا چور نہیں
تیرے اوپر کسو کا زور نہیں

مجھہ سے نظریں جو تو چراتا ھے
چور اپنے تئیں ثبتا تا ھے

یا کہ دزدیدہ میں جو دیکھوں ھوں
کبھی پوشیدہ میں جو دیکھوں ھوں

چور ھیں ھم نہ چور کے ساتھی
بات اب کیا ھے پیشتر کیا تھی

اپنے اوپر کریں ھیں سب کو قیاس
ھم تو ان باتوں کے نہ آس نہ پاس

تو جو ملنے سے جی چھپاتا ھے
آنکھہ کُھل کر نہیں ملاتا ھے

خلق اس سے کچھہ اور سمجھے ھے
ھاں برائی کے طور سمجھے ھے

راہ یہ بات کا چھپانا ھے
یا کہ اور آپ خود جتانا ھے

اِس پہ لوگوں نے زور ٹھیرایا
ھمیں آپس میں چور ٹھیرایا

یہ بہ تکرار آزمایا ھے
بارھا دیکھنے میں آیا ھے

جس قدر بات کو چھپاتے ھیں
لوگ اتنا ھی صاف پاتے ھیں

دیکھہ میری طرف تو اب ندھڑک
ساتھہ مل بیٹھہ اس قدر نہ بھڑک

پھر جو بولے کوئی تو میں جانوں
بات کھولے کوئی تو میں جانوں

لوگ تیرے جو پاس آتے ھیں
سن کے میرے حواس جاتے ھیں

هوش اُن کے ٹھکانے رہتے ہیں
تیری سنتے ہیں اپنی کہتے ہیں
میں جو تجھ سے دوچار ہوتا ہوں
پھر تو بے اختیار ہوتا ہوں
جس گھڑی تیرے پاس جاتا ہوں
بس نپٹ بے حواس جاتا ہوں
سارے منصوبے بھول جاتے ہیں
ہاتھ پانو اپنے بھول جاتے ہیں
منہ کو حسرت سے دیکھ رہتا ہوں
پھر نہ سنتا ہوں کچھ نہ کہتا ہوں
بات کہنی تھی اور نکلی اور
بے حواسی تک ایک کرنا غور
جب بجائے خود اپنے آتا ہوں
دل کو ذرّا ٹھکانے لاتا ہوں
جی میں کہتا ہوں کھا کے پچھتاوے
اب کے یہ یہ کہوں جو مل جائے
بارہا اس کو آزمایا ہے
یہی حال خراب پایا ہے

ہجر میں جی ہے میرے پاس کہاں
وصل میں گر جیا حواس کہاں

اِن واردات قلبی کے علاوہ اثر نے ایک سراپا بھی لکھا ہے جسکے تقریباً تین سو شعر ہوں گے۔ سراپا ہماری شاعری میں ایک پامال مضمون ہے اور اُس کی تشبیہیں اور استعارے اس قسم کے ہیں کہ بعض اوقات مضمون مضحکہ خیز ہوجاتا ہے، تاہم اُنھوں نے اِس میں خوب شعر نکالے ہیں۔ سراپا کے لئے

زیادہ تر فارسی تشبیہیں استعمال کی جاتی ہیں مگر میر اثر نے کہیں کہیں ہندی تشبیہوں سے بھی کام لیا ہے۔ مثال کے لیجے یہ شعر ملاحظہ ہوں :-

کہی جاتی نہیں کمر کی لچک
پائی چیتے نے کب یہ ایسی لپک

یوں سیہ مست جھولے آتے ہیں
مست جوں ہاتھی ہولے آتے ہیں

مانگ موتی بھری وہ دے ہے بہار
جیسے بگلوں کی بدلی میں ہو قطار

سراپا میں کوئی عضو نہیں چھوڑا اور اس دھن میں وہ حد سے آگے نکل گئے ہیں —

اس سے بڑھ کر میر صاحب نے اختلاط کے موقعے کی جو باتیں لکھی ہیں، اُس میں تو خوب کُھل کھیلے ہیں اور پردہ بالکل اُٹھا دیا ہے۔ مولانا حالی مرحوم کی نظر سے یہ مثنوی نہیں گزری تھی، اس کے متعلق بعض احباب سے سنا تھا اور ایک دو شعر خود اُنھیں یاد تھے، اس پر سے انھوں نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ شوق نے اپنی مثنویوں کی بنیاد میر اثر ہی کی مثنوی پر رکھی ہے اور مثالاً ایک شعر بھی لکھا ہے جو شوق کے ہاں صرف ایک لفظ کے ادل بدل سے بجنسہ موجود ہے۔ چنانچہ وہ اپنے "مقدمۂ شعر و شاعری" میں لکھتے ہیں:-

" یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ نواب مرزا شوق کو اپنے اسکول کے بر خلاف مثنوی میں ایسی صاف اور با محاورہ زبان برتنے کا خیال کیوں کر پیدا ہوا۔ کیونکہ جب سوسائٹی کا رخ دوسری طرف پھرا ہوا ہوتا ہے تو اُس کے مخالف رخ بدلنے کے لئے کسی خارجی تحریک کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر دہلوی نے جو مثنوی لکھی ہے، جس کا نام "خواب و خیال"

سکتے ہیں کہ یہ مثنوی نواب مرزا کا ماخذ اور نمونہ تھی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی کا قیاس کس قدر صحیح تھا - اس خاص موقع کے چند شعر دونوں مثنویوں سے نقل کئے جاتے ہیں :—

خواب و خیال	بہار عشق
ہاتھا پائی میں ہانپتے جانا	ہاتھا پائی میں ہانپتے جانا
کھلتے جانے میں ڈھانپتے جانا	چھوتے کپڑوں کو ڈھانپتے جانا
ہولے ہولے پکارنے لگنا	چپکے چپکے پکارتی تھی کبھی
تھپکے ہاتھوں سے مارنے لگنا	تھپکے ہاتھوں سے مارتی تھی کبھی
وہ ترا پیار سے لپٹ جانا	کھول کر دل چمٹ چمٹ کے ملا
اور دل کھول کے چمٹ جانا	کیسا کیسا لپٹ لپٹ کے ملا
وہ ترا منہ سے منہ بھڑا دینا	کبھی منہ سے دیا چبا کر پان
وہ ترا جیب کا لڑا دینا	کبھی مل کر لڑی زباں سے زبان

اگر دونوں مثنویوں کے اس قسم کے اشعار برابر برابر رکھ کر پڑھے جائیں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ مرزا شوق نے "خواب و خیال" ہی کو اپنا نمونہ بنایا اور اسی مثنوی پر سے اُنھیں اِس قسم کی زبان لکھنے کا خیال پیدا ہوا ' کیونکہ (شوق) کے زمانے میں لکھنؤ میں شاعری لفظوں کا گورکھ دھندا ہو کے رہ گئی تھی اور تصنع اور تکلف انتہا درجے کو پہنچ گیا تھا —

لفظی رعایت بھی کہیں کہیں نظر آتی ہے' مگر بہت کم اور وہ بھی زیادہ تر سراپا ہی میں پائی جاتی ہے -

میر اثر بزرگ اور بزرگ زادے تھے' درویشی اُن کا شعار تھا' اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے بعض مقامات پر ایسی کُھلی کُھلی باتیں کیونکر لکھیں - مثنوی کے شروع میں اُنھوں نے خود اس کا ذکر کیا ہے - عشق کا ذکر کرتے کرتے فرماتے ہیں :—

الغرض آ گیا تھا ذکر مجاز	بس یہ بھولا ہے اس کا راز و نیاز
عشق صوری کی اِس میں ہیں حالات	اور اِس راہ کی ہیں کیفیات

رکھا تھا اور جس کی شہرت ایک خاص وجہ سے زیادہ تر یورپ میں ہوئی تھی، اُس مثنوی میں جیسا کہ ہم نے اپنے بعض احباب سے سنا ہے، تقریباً ۴۰-۴۵ شعر اسی قسم کے ہیں جیسے کہ شوق نے "بہار عشق" میں اختلاط کے موقع پر اُن سے بہت زیادہ لکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شوق کو ایسی صاف زبان برتنے کا خیال اُس مثنوی کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ اور چونکہ وہ ایک شوخ طبع آدمی تھا اور بیگمات کے محاورات پر بھی اُس کو زیادہ عبور تھا، اُس نے اپنی مثنوی کی بنیاد "خواب و خیال" کے اُنھیں ۴۰-۴۵ شعروں پر رکھی اور اُن معاملات کو جو خواجہ میر اثر کے ہاں ضمناً مختصر طور پر بیان ہوے تھے، اپنی مثنوی میں بہت وسعت کے ساتھ بیان کیا اور جس قسم کے محاوروں کی اُنھوں نے بنیاد قایم کی تھی، شوق نے اُس پر ایک عمارت چن دی۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ "خواب و خیال" کے اکثر مصرعے اور شعر تھوڑے تھوڑے تفاوت سے "بہار عشق" میں موجود ہیں"—

جب گلشن ہند چھپی، جس میں اثر کا بھی تذکرہ ہے، تو اس میں چند اشعار اِس مثنوی کے بھی نظر آے۔ اتفاق سے صاحب تذکرہ نے سراپا کے بعض معمولی شعر نقل کر دئیے ہیں جن سے اس مثنوی کی خوبی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ ان اشعار کو دیکھ کر مولانا شبلی مرحوم نے تذکرے کے حاشیے پر یہ خیال ظاہر فرمایا ہے :-

"مولوی حالی صاحب نے اپنے دیوان کے مقدمے میں لکھنؤ کی شاعری میں صرف نواب مرزا شوق کی مثنویوں کا اعتراف کیا ہے، لیکن چونکہ اُن کے نزدیک شعراے لکھنؤ سے ایسی فصاحت اور سلاست کی توقع نہیں ہوسکتی، اِس لئے اِس کی وجہ یہ قرار دی کہ نواب مرزا نے خواجہ میر اثر کی مثنوی دیکھی تھی اور اُس کا طرز اُڑایا تھا، یہ اشعار اُسی مثنوی کے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود ناظرین کرسکتے ہیں کہ یہ مثنوی نواب مرزا کا ماخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے"—

اب جو یہ مثنوی ہمارے سامنے موجود ہے تو ہم بلاشبہ یہ کہہ

حال ہے مبتلائے رسوا کا
وصف ہے یار کے سرا پا کا
ہر کسو کی نہیں شبیہ و مثال
ہے یہ تصویر ازقبیل خیال

اگرچہ یہ تصویر خیالی ہے مگر کس قدر سچی ہے۔
اس کے بعد کہتے ہیں :—

ظاہر گفتگو بہانہ ہے
توسن دل کو تازیانہ ہے
بہر یاران شوخ طبع جواں
نکتہ رس شعر فہم ریختہ خواں

ایک بھی طرح یہ نکالی ہے
بات کی طرز کچھ نرالی ہے
تاکہ افسردگی سے گھبراویں
گمرہی چھوڑ راہ پر آویں

کچھ نصیحت نہ واعظانہ ہے
بلکہ یہ پند عارفانہ ہے

اور اس طور پر نصیحت کرنے کی وجہ بتائی ہے کہ :—

عشق کی حالتوں کو زندہ کریں
سارے خطروں سے پاک سینہ کریں
دل جلوں کا ہے دل کی لاگ علاج
آگ کے جوں جلے کا آگ علاج

مگر ان معاملات میں یہ علاج اکثر کارگر نہیں ہوتا بلکہ مخالف پڑتا ہے۔ آگے چل کر بطور معذرت کچھ کہتے ہیں اور اپنی صفائی کرتے ہیں :—

پڑگیا اِس میں یوں سخن کا رنگ
ہیں مضامین بہت شوخ و شنگ

بے طرح گرچہ لغویات ہے یہ
پر خدا جانتا ہے بات ہے یہ

کام مجکو کسی کے ساتھہ نہیں
یہ سرشتہ ہی میرے ہاتھہ نہیں

چھپی رہتی نہیں کسی کی معاش
نظر آتی ہے سب کی بود و باش

میں کہاں اور یہ خیال کہاں
ہجر کس کا (اثر) وصال کہاں

....

بات میں بات کچھہ نکل آئی
ہو گئی یوں ہی ضبح آرائی

وضع اس کی ہوئی خلاف طبع
ہے مجھے اس سے انحراف طبع

نہ کہوں عہد (؟) ہے گر اُس کو تہام
لغو بیہودہ ہیچ پوچ کلام

کچھہ سر دست ہنستے ہنستے کہا
بعض یاروں کو سن کے یاد رہا

نہ کیا اس کو داخل دیواں
نہیں یہ نظم شامل دیواں

آزمانا تھا کچھہ روانیٔ طبع
کچھہ دکھانا تھا نوجوانیٔ طبع

ایک دو دن میں کہہ کے پھینک دیا
نہیں معلوم کن نیں اُس کو لیا

اب جو دیکھو کسی کے پاس کہیں
ہیں یہ اُس کے ہی شعر، میرے نہیں

باوجود ان سب باتوں کے فرماتے ہیں کہ جو لوگ سخن فہم اور ذوق شعر رکھتے ہیں اور جن کے دل میں سوز و گداز ہے اور

راز و نیاز کی گھاتوں سے واقف ہیں
لطف سب بات کا وہ پاویں گے
جی میں خطرہ برا نہ لاویں گے
ورنہ بے درد اِس کو کیا جانے
اور دل سرد اِس کو کیا جانے
سب یہ بے درد نکتہ چیں ہیں گے
قابل گفتگو نہیں ہیں گے

اگرچہ اس مثنوی میں ایک آدھ مقام ایسا آگیا ہے جہاں حیا اور شرم کو بالاے طاق رکھہ دیا ہے، مگر میر اثر کی زندگی ایسی پاک صاف اور درویشانہ تھی کہ اُن پر کسی کا وہ گماں نہیں ہوسکتا جو شوق کی مثنویاں پڑھ کر ہوتا ہے - یہاں صرف گنتی کے چند شعر ہیں اور وہاں دفتر کا دفتر اسی سے سیاہ کیا ہے - لیکن اس میں کچھہ شک نہیں کہ مثنوی میں اس سلاست و فصاحت کے بانی میر اثر ہی ہیں اور خود فرماتے ہیں:-

نظم کی طرح یہ نرالی ہے
طرز اس کی نئی نکالی ہے

اِس مثنوی کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ ایک بار خواجہ میر درد نے مثنوی کے طور پر از راہ تفنن کوئی سو شعر کہہ ڈالے، وہ میں نے مانگ لئے اور وہی اشعار اِس مثنوی کی بنا قرار پائے - اگرچہ ہے تو یہ مثنوی کہیں کہیں خود اپنی اور خواجہ میر درد کی اردو فارسی غزلیں جو مثنوی کی بحر میں ہیں، موقع موقع سے آگئی ہیں - علاوہ اس کے مثنوی میں بھی خواجہ میر درد کے اشعار ہیں یعنے سو فارسی اور سو هندوی (اردو) اور سو مثنوی کے، کل تین سو—

بعض بعض جگہ ایسے لفظ آتے ہیں جو اب بول چال میں نہیں ہیں - مثلاً مشغولا، بھر مانا (بھرم سے)، بسنت (بھینی چیز)

ہلنا (بہ فتحہ ہ) ، دوکھنا (دوس)، الزام ، رنڈی (بمعنی عورت)، کب لگ (کب تک)، دمنا (چمکنا)، مزاخ (مزاح، مذاق)۔ مگر آگو، پیچھو، کد، جد، توروار ایسے لفظ ہیں، جو اب بھی عوام کی زبان پر ہیں—

رسم خط ہم نے وہی رکھا ہے جو اُس وقت رائج تھا اور پرانے نسخے میں لکھا تھا۔ مثلاً 'نے' کو 'نیں' 'ستاوے' کو 'سیتارے' —

اگر چند الفاظ کا خیال نہ کیا جائے جو اب متروک ہیں تو مثنوی کی زبان ایسی پاک صاف اور شستہ، بول چال ایسی بےساختہ ہے کہ اُس وقت کی اور آج کل کی بول چال میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ صفائی اور بھی زیادہ اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس میں وہ فارسی ترکیبیں نہیں پائی جاتیں جو میر اثر کے ہمعصر شعرا کے کلام میں نظر آتی ہیں—

افسوس ہے کہ میر اثر کا دیوان اب تک ہمیں دستیاب نہیں ہوا لیکن اس مثنوی میں جا بجا اُن کی غزلیں آگئی ہیں اور اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل میں بھی اُن کا وہی رنگ ہے، اور سادگی اور کلام کی صفائی کے ساتھ درد و اثر بھی ویسا ہی پایا جاتا ہے—

عبد الحق

خواب و خیال

بعد حمد خدا و نعت رسول — کچھ بکے ہے یہ اب ظلوم و جہول
بے محابا کلام ہے یعنی — بیشتر ہیچ و پوچ بے معنی
لغزش گفتگوے مستانہ — ہمگی ہا و ہوے دیوانہ
کچھ نہ قصہ نہ کچھ حکایت ہے — کچھ نہ شکوہ نہ کچھ شکایت ہے
بات ہے بے سرشتہ و بے اصل — ہجر کیدھر کا اور کہاں کا وصل
جلوہ پردازی جہان مثال — نام اس کا یہی ہے "خواب وخیال"
ہیں گی سودائیوں کی حالتیں — شورش عشق کی خرافاتیں
جوش دریاے بیکران عمیق — ایک عالم کیا ہے جنیں غریق
موج بحر محیط خبط و جنوں — جسمیں ڈوبے ہیں لیلی و مجنوں
کوھکن بھی اسی میں ڈوب گیا — شیریں خسرو کو اونیں غرق کیا
بہ گئے جسمیں وامق و عذرا — نہ بچا اوسمیں جو کہ ہو گذرا
مفت لاکھوں غریب ڈوب گئے — ساتھہ اون کے نصیب ڈوب گئے
اسکی قسمت ہی ڈوبی جو کہ گرا — خیر ڈوبا گیا وو پھر نہ ترا
سخت آفت یہ بحر قلزم ہے — جو پڑا اسمیں خیر* پھر گم ہے
نہ لگا ہاتھہ پر کنار اس کا — نظر آیا نہ وار پار اس کا
ہے گی یہاں آشنائی لا حاصل — نہیں پیدا کسو طرف ساحل

---

* دونوں اصل نسخوں میں "خیر" کا لفظ ہے۔ لیکن صحیح یہاں "عمر" معلوم ہوتا ہے—

ہر طرف موج خیز طغیانی — کشتیاں ہیں دلوں کی طوفانی
تس پہ کرتی ہے دلکی بیتابی — کشتی اپنی کو آپ گردابی
ہر جگہ پر ہزار خطرا ہے — شور دریا اسی کا قطرا ہے
ہر طرف جوش کا تلاطم ہے — بحر ہے یا کہ مے بھری خم ہے
سیل بنیاد افگن عالم — کہ زمیں آسماں کرے برہم
دل کو موج اسکی یوں کرے بیتاب — جسطرح ہو وے ماہی بے آب
نہ فقط دل ہی غوطے کھاتا ہے — بلکہ یہاں جی بھی ڈوبا جاتا ہے
ہر جگہ پر بھنور ہے چکر ہے — ہر نشیب و فراز تکر ہے
تھہر طوفان ہے کہ جس کی جھلک — جاوے ہر دم زمیں سیں تا بفلک
ہیں تفکر دلوں کے وہاں گرداب — ہے سراسر دل گداختہ آب
مچھلیاں سے تڑپتے ہیں بسمل — سیپیاں سے پڑے ہیں ہرجا دل
کہیں معلوم ہے نہ گھات اوس کا — نظر آیا کبھی نہ پات اوس کا
دیدۂ عاشقاں، دل اوس کا ہے — لب خشک انکے، ساحل اوس کا ہے
نا امیدی سے یہاں ہر ایک طرف — دل خالی پڑے ہیں مثل صدف
بہتی پھرتی ہیں ساری مثل حباب — ہر طرف عاشقوں کی چشم پرآب
امڈی آتی ہے دل پہ اسکی لہر — سانپ کاتے کا جیسے دوڑے زہر
دل پہ یوں اسکی موج آتی ہے — جیسے غارت کو فوج آتی ہے
آبرو جان و مال نام و ننگ — ایک لقمہ کریں ہیں اسکے نہنگ
کہیں دیکھا تو اسکی تھاہ نہیں — کوئی مرکے بھی پہنچے راہ نہیں
آشنا اسمیں ڈوبے جاتے ہیں — یہاں شناور بھی غوطے کھاتے ہیں
گرچہ صورت میں ہے سراپا آب — فی الحقیقت نہیں سوائے سراب
ایک عالم کا گھر ڈبویا ہے — سارے کاموں سے انہیں کھویا ہے
گھونٹ پانی کا یہ کبھو نہ پلاے — قطرۂ آب نزع میں نہ جاے*
تشنہ لب عاشقوں کو مارے ہے — جوں نہنگ اون پہ منہ پسارے ہے
دانۂ اشک اُس کا موتی ہے — آبرو یہاں اسی سے ہوتی ہے

* دونوں اصل نسخوں میں "جاے" ہے۔ مگر قیاس چاہتا ہے کہ "چواے" ہوگا —

لعل و مرجاں عقیق ' لخت جگر — گہر آبدار ' دیدۂ تر
کام اس سے یہی ہے ناکامی — اسمیں نام آوری ہے بد نامی
مدعا اس سے نامرادی ہے — حسرت وغم ہی یہاں کی شادی ہے
کام دل چاہنا ہے نادانی — ہے دم نقد یہاں پریشانی
نظر آوے نہ روے آبادی — کہ کوئی ہووے جا کے فریادی
ایک عالم کیا ہے خاک سیاہ — جسکو دیکھا سو ہے بحال تباہ
عشق صوری بڑی ملامت ہے — حاصل اس سے یہی ندامت ہے
کہتے ہیں اسکو ہی ضلال مبیں — نفع دنیا ہے کچھہ نہ حاصل دیں
صرف خسران دین و دنیا ہے — منفعت اس میں اور تو کیا ہے
جان جوکھوں ہے دمبدم ہر طرح — دیکھنا غم الم ستم ہر طرح
گر ملاقات ہو تو کیا حاصل — ہجر اور وصل دونوں ' لا حاصل
قیس دیوانہ ہو ہلاک ہوا — لطف لیلی سے اُس کو خاک ہوا
کوہکن مفت سر کو پھوڑ گیا — شیریں کو غیر پاس چھوڑ گیا
ہوا پروانہ آپ جلکے خاک — شمع کے ساتھہ کرکے گرم تپاک
گل سے بلبل نیں کچھہ نہ پھل پایا — زار نالی سے کچھہ نہ ہاتھہ آیا
ہو نہ یا رب کسو کا دل بیتاب — نہیں دنیا میں اور ایسا عذاب
دل گرفتار ہو نہ صورت کا — کوئی پابند ہو نہ الفت کا
کہیں وابستہ اب مزاج نہ ہو — اپنی * صورت سے احتیاج نہ ہو
آہ یا رب کسو سے دل نہ ملے — تجھہ سوا اب کسو سے دل نہ ملے
بس مناجات سے یہی ہے غرض — کسی دشمن کو بھی نہ ہو یہ مرض
دل کسو کا کسو سے بند نہ ہو — سانپ کاٹے پہ یہ گزند نہ ہو
اس ملامت سے ہے بچاؤ ضرور — نہیں لازم کہ ہووے فسق و فجور
الفت پاک وصاف بھی ہے ستم — دل پریشاں کرنے کو نہیں کم
اور بد بات تو خدا نہ کرے — ہیچ کافر کو مبتلا نہ کرے
قابل دوستی ہے کب کوئی — اپنی ہی گوں تکے ہے سب کوئی

---

* "اپنی" یہاں بے محل سا معلوم ہوتا ہے - کیا عجب کہ "اچھی" ہو —

نام معشوق مفت ہے بد نام　　یہاں تو عاشق بھی ہیں سبھی خودکام

لہر میں اپنی آپ جاتے ہیں　　واسطہ یار کا بتاتے ہیں

باولے ہیں یونہیں یہ سودائی　　دیکھیں اپنی نہ اس کی رسوائی

عاشق اپنے تئیں گنواویں پے　　کام معشوق کے نہ آویں پے

ناحق اپنے تئیں ہلاک کریں　　پس اس کا ولے نہ خاک کریں

اوسکے ہوتے نہیں موافق طبع　　کوئی ہوگا کہیں موافق طبع

یار ان کا خیال ان کا ہے　　انا اہلی کمال ان کا ہے

آہ سارا یہ ہے جہان غلط　　دوستی کا ہے یاں گمان غلط

واقعی کون کس کو چاہے ہے　　ہر کوئی وہم میں نبا ہے ہے

کون معشوق کون عاشق ہے　　کون کاذب ہے کون صادق ہے

یونہیں دو روز کا ہے وہم اپنا　　ہے سراسر قصور فہم اپنا

بوالہوس ہیں ہوا پرست نفس　　عشق وہ ہے جو ہو شکست نفس

نفس کافر نہ کوئی مار سکے　　یہ تو مارے مرے نہ کاٹے کٹے

اپنے مارے یہ اور جیتا ہے　　جو کہ ہارے وہی تو جیتا ہے

آپہی اپنا حریف ہے نہیں غیر　　ہے خودی سے یہاں خدائی سے بیر

جوکہ ازخود کریں ہیں نفس کشی　　نفس شیطان کی کریں ہیں خوشی

یہ تو مردود زہد و طاعت سے　　اور سر کھینچے ہے رعونت سے

اپنے ہاتھوں کوئی یہ مرتا ہے　　کام فضل خدا ہی کرتا ہے

مدد پیر سے ہلاک کرے　　مثل اکسیر مار خاک کرے

جسقدر اپنے پیر پر ہو فدا　　اوسقدر ہووے ہے فنا و بقا

اور اوسکے سوائے سب الفت　　ہے سراسر کدورت و کلفت

صرف پابندی و گرفتاری　　رنج و تشویش و ذلت و خواری

ساری دنیا کو خوب دیکھا آہ　　ہے محبت، محبت اللہ

جس سے قایم ہے آسمان و زمیں　　جس سے آوے دلوں میں صدق و یقیں

واقعی عشق پیر کا ہے عشق　　مرشد دستگیر کا ہے عشق

ہے حقیقت کا قنطرہ یہ مجاز　　نہ کہ فسق و فجور شر پرداز

ہے یہی عشق رہنمائے وصول　　ہے یہی عشق باب رشد و قبول

ہے یہی عشق کاشف اسرار   ہے یہی عشق مطلع انوار
ہے یہی عشق موجب برکات   ہے یہی عشق باعث ثمرات
ہے یہی عشق آدمی کا شرف   ہے یہی عشق راہ حق کی طرف
ہے یہی عشق قوت ایمان   ہے یہی عشق شدت عرفان
ہے یہی عشق کان فضل و کمال   ہے یہی عشق جان قرب و وصال
ہے یہی عشق دل کا عیش و نشاط   ہے یہی عشق زندگی کی بساط
ہے یہی عشق قوت روح و رواں   ہے یہی عشق قوت دل و جاں
ہے یہی عشق جی کی آزادی   ہے یہی عشق دل کی آبادی
ہے یہی عشق لذت و آرام   ہے یہی عشق خوشدلئی مدام
ہے یہی عشق رستگاری دل   ہے یہی عشق دوستداری دل
ہے یہی عشق کیمیا اکسیر   ہے اسی عشق میں اثر تاثیر
ہے یہی عشق جامع اضداد   یہی بندہ کرے یہی آزاد
عشق یہ ہے تو جانگدازی ہے   اور سب عشق عشقبازی ہے
دل انسان کی شفا ہے یہ   سارے امراض کی دوا ہے یہ
یہی سیماب دل کو خاک کرے   یہی سب جسم و جاں کو پاک کرے
یہی سارے تعلقات چھٹائے   یہی یہاں کے توہمات مٹائے
چین دل کو اسی سے ہوتا ہے   غم دنیا یہی تو کھوتا ہے
یہی دیوے یقین و اطمینان   یہی کھولے حقیقت ایمان
ہے اسی عشق کا یہ جوش و خروش   رہنے دیتا نہیں مجھے خاموش
بات کچھ ہو ادھر کو کھینچے ہے   دل کو بے اختیار اینچے ہے
اب یہی عشق جوش مارے ہے   نام محبوب کا پکارے ہے
ہوں فدا اوس جناب والا کا   اپنے محبوب حق تعالیٰ کا
نقش دل ورد جان ہے یا ناصر   دمبدم بر زبان ہے یا ناصر
ذات والا ہے حضرت ناصر   ہے نگہبان باطن و ظاہر
وہ کہ غفلت دلوں میں آنے نہ دے   ما سوا کی طرف کو جانے نہ دے
نیک ہوں یا کہ بد میں اوسکا ہوں   از ازل تا ابد میں اوسکا ہوں
نام اوس نین ہی جب دیا ہے اثر   درد نین اوسکے تب کیا ہے اثر

درد کی ذات پاک کا هوں غلام   دل و جانسے جپوں هوں اوسکا نام
اپنے محبوب پیر کے صدقے   حضرت خواجه میر کے صدقے
میں نین سودا کیا هے اوسکے ساتهه   دست بیعت دیا هے اوسکے هاتهه
هاتهه پکڑے کی هے اوسی کو لاج   وهی دونوں جہاں میں هے سرتاج
قابل عشق ذات اوسکی هے   برتر از گفت بات اوسکی هے
جو که اوسکے جذاب کے هیں غلام   گو کریں وے هزار گونه کلام
دل به غفلت کبهو نه مائل هو   بات حق سے کوئی نه حائل هو
عشق مطلق کُهلا هے اوسکے سبب   صوری و معنوی ورے هیں سب
کهول دے هے حقیقت هر امر   منکشف کی هے صورت هر امر
نهیں لازم که اوس میں در آوے   کنه اوسکی تب هی نظر آوے
الغرض آگیا تها ذکر مجاز   تس په کهولا هے اوسکا راز و نیاز
عشق صوری کے اسمیں هیں حالات   اور اس راه کی هیں کیفیات
حال هے مبتلائے رسوا کا   وصف هے یار کے سراپا کا
پر کسو کی نهیں شبیه و مثال   هے یه تصویر از قبیل خیال
پهلے عاشق کا هے خراب احوال   پهر به تقریب وصف حسن و جمال
بات هے ایک جسکا سر هے نه پانو   شخص کوئی نهیں هے جو لیوں ناؤ
ظاهر گفتگو بهانه هے   تو سن دل کو تازیانه هے
بهر یاران شوخ طبع جوان   نکته رس شعر فهم ریخته خوان
ایک بی* طرح یه نکالی هے   بات کی طرز کچهه نرالی هے
تا که افسردگی سے گرما ویں   گمرهی چهوڑ راه پر آویں
کچه نصیحت نه واعظانه هے   بلکه یه پند عارفانه هے
آگئی هے ترنگ مستانه   هم حریفانه و ظریفانه
تا نه سمجهیں ز راه بیدردی   صرف بے الفتی و دل سردی
دل لگا کر سمجهیں حقیقت کو   سمجهیں لاحاصل اس مصیبت کو
عشق کی حالتوں کو زینه کریں   سارے خطروں سے پاک سینه کریں
دل جلوں کا هے دل کی لاگ علاج   آگ کے جوں جلے کا آگ علاج

* بهی

عشق کی تیغ پہلے تیز کریں — سب سے پھر قطع کر گریز کریں
پڑ گیا اسمیں یوں سخن کا رنگ — ہیں مضامین بہت شوخ وشنگ
بے طرح گرچہ لغویات ہے یے — پر خدا جانتا ہے بات ہے یے
کام مجھکو کسی کے ساتھہ نہیں — یہ سرشتہ ہی میرے ہاتھہ نہیں
چھپی رہتی نہیں کسی کی معاش — نظر آتی ہے سب کی بود و باش
میں کہاں اور یہ خیال کہاں — ہجر کسکا اثر وصال کہاں
مجھہ تلک تو خودی * کو بار نہیں — اور تو کیا میں اپنا یار نہیں
صرف اللہ ہی یار اپنا ہے — بس وہی دوستدار اپنا ہے
نہیں مجکو کسو سے کچھہ سروکار — کبھو دیکھا نہیں یہ کار و بار
دیکھوں کسکو میں از براے خدا — نظر آتا نہیں سواے خدا
کون ہے جس پہ میں نگاہ کروں — کوئی ہووے تو اس سے راہ کروں
کسکو دیکھوں کروں میں کس پہ نگاہ — سب طرف جلوہ گر ہے وجہ اللہ
وحدہ لاشریک لہ ہے وہی — کیجئے جس طرف نگہ ہے وہی
چشم بینا ملے ہے جس کے تئیں — دیکھے اوسکے سوا وو کسکے تئیں
ہیچ و نا چیز تھا میں ننگ عدم — مجھہ پہ حق کا جو ہے یہ فضل کرم
سب یہ ہے میرے پیر کا صدقا — حضرت خواجہ میر کا صدقا
یہ اوسی کی نگاہ کا ہے اثر — دونوں عالم پے جو پڑے ہے نظر
جو کہ اوسکے بدل فدا ہیں گے — ساری خلقت سے وے جدا ہیں گے
نہ کسو سے غرض نہ مطلب ہے — اور تو کام کچھہ اونہیں کب ہے
دل کو آباد کردیا اوس نین — سب سے آزاد کردیا اوس نین
دل مرا اونین پاک و صاف کیا — با وجود خطا معاف کیا
ورنہ میں تو نپٹ ہی عاصی ہوں — سر بسر غرق در معاصی ہوں
اپنے ذاتوں ہوں میں تو ناکارا — ہرزہ گو ہیچ و پوچ آوارا
کبھو عرش بریں کی میں کہوں — کبھو باتیں زمین کی میں کہوں
دیکھہ تو باوجود ایں ہمہ حال — کیا بشوخی کیا ہے قال مقال
گرچہ اس کا دل و دماغ نہ تھا — طبع آزاد کو فراغ نہ تھا

* خود ہی

بات میں بات کچھہ نکل ائی — ہوگئی یوں ہی طبع آرائی
وضع اسکی ہوئی خلاف طبع — ہے مجھے اس سے انحراف طبع
نکہوں عہد * ہے گر اوس کو تمام — لا نو بیہودہ ہیچ پوچ کلام
کچھہ سردست ہنستے ہنستے کہا — بعض یاروں کو سنکے یاد رہا
نہ کیا اس کو داخل دیوان — نہیں یہ نظم شامل دیوان
آزمانا تھا کچھہ روانیء طبع — کچھہ دکہانا تھا نوجوانیء طبع
ایکدو دن میں کہہ کے پھینک دیا — نہیں معلوم کندین اس کو لیا
اب جو دیکھو کسو کے پاس کہیں — ہیں یہ اُس کے ہی شعر، میرے نہیں
ایک تو ریختہ ہے سہل زباں — دوسرے جبکہ ہو بشوخی بیان
پھر تو قابل نہیں سنانے کے — نہیں لایق کہیں دیکھانے کے
بسکہ سمجھیں ہیں اسکو سارے عوام — جنکو نے نظم سے نہ نثر سے کام
شعر کو ایک بات جانے ہیں — پر غلط لغو بات جانے ہیں
ہاں مگر جو کوئی کہ شاعر ہو — فن شعری میں آپ ماہر ہو
ہو مضامین شعر سے آگاہ — اور رکہتا ہو کچھہ سخن سے راہ
وہ تو جانے کہ یہ بھی ہے ایک نہج — یوں توکہنا نہیں ہے ایسا سہج
یوں صفا سے کہا نہیں جانا — اس طرح کہنے میں نہیں آتا
نہیں آساں کہے بایں انداز — اور ہر جا ہو بات کی پرداز
موج بحر سخن سرائی ہے — کچھہ کہے ہے جو لہر آئی ہے
یا جو کوئی کہ یار صادق ہوں — بے تکلف بدل موافق ہوں
عاشقانہ پڑا ہو صرف مزاج — ہو کسو سے انہیں نہ کام نہ کاج
دلمیں رکھتے ہوں تک بھی سوز وگداز — کچھہ سمجھتے ہوں حرف راز ونیاز
عالم دوستی سے ہو کے خبر — رکھتے ہوں گے دلوں میں درد و اثر
لطف سب بات کا وو پاویں گے — جی میں خطرا برا نہ لاویں گے
ورنہ بیدرد اسکو کیا جانے — اور دل سرد اس کو کیا جانے
سب یہ بیدرد نکتہ چیں ہیں گے — قابل گفتگو نہیں ہیں گے

---

* دونوں نسخوں میں عہد کا لفظ ہے - ہمارا قیاس ہے کہ اصل میں حیفا یا ایسا ہی کوئی لفظ ہوگا ـــ

قصہ کوتاہ ان سے کام نہیں ایسے اشخاص سے کلام نہیں
خیر جو کوئی سمجھے سو سمجھے ذہن میں اپنے چاہے سو سمجھے
گفتگو یہ کسو کے ساتھہ نہیں جوں قلم بات اپنے ہاتھہ نہیں
حرف جو جو زبان پہ آوے ہے بے خبر منہ سے نکلے جاوے ہے
ہے نہ کچھہ شعروشاعری منظور کچھہ نہ تقریب ظاہری منظور
نظم کی طرح یہ نرالی ہے طرز اسکی نئی نکالی ہے
مثنوی گرچہ ہے ولے ہرجا اور بھی شعر آگئے ہیں جدا
اپنی غزلیں جو یاد آئی ہیں اونکے موقع میں پڑہ سنائی ہیں
بعض اشعار فارسی بھی کہیں کچھہ بتقریب آگئے ہیں یونہیں
اور جو ہے کلام حضرت کا وہاں جتایا ہے نام حضرت کا
بات میں تاکہ درد پیدا ہو کچھہ سنے سے اثر ہویدا ہو
نہیں اسمیں سواے درد و اثر کہیں کوئی کچھہ اور چیز دگر
شعر حضرت کے کچھہ جو پاے ہیں اس سراپا میں بھی ملاے ہیں
واسطے سب کی یہاں ضیافت کے تین سوشعر ہیں گے حضرت کے
فارسی سو ہیں ہندوی سو ہیں باقی اشعار مثنوی سو ہیں
تین سو سے ہوے یہ تین ہزار سب اسی نظم کا ہے برگ وبار
ایک دن جو مزاج میں آیا بہ تفنن کچھہ ایک فرمایا
کہے سو شعر مثنوی کے طور دفعتاً دم میں بے تامل و غور
پھر اوسی وقت کہہ کے دور کئے یاد رکھہ کر وو ہیں میں مانگ لئے
یہی اشعار ہیں بنائے کلام متفرع اوسی پہ ہے یہ تمام
آپ کہہ کر جو دور فرمایا وہی اس نظم کا ہے سرمایا
یوں ہزاروں ہی شعر فرماے ذکر مذکور میں وو کب آے
یہ تو اوسوقت مجکو یاد رہے کہ اجازت سے اوس پہ اور کہے
بسکہ یہ سو غلام کو ہی دئے نام حضرت جتا جدا نہ کئے
بے جتائے یہ سو ملائے ہیں وہ جو دو سو ہیں وہ جتائے ہیں
بس جوکچھہ قابل انتخاب کے ہوں وہ عنایات اوس جناب کے ہیں
• کوئی پوشدہ رہ سکے! وو کلام بر رسول و بر آل اوست سلام

اور جو دیکھئے حقیقت میں
خواہ معنی میں خواہ صورت میں

هم هیں خود آپ اوس کا نام و نشان
هے همارا بیاں اوسی کا بیان

هم، هیں بندہ وو هے ظهور خدائے
هم، همارے عمل هیں اوس کے بنائے

جو کہا سب اوسے سنایا هے
دست اصلاح نیں بنایا هے

میں بهی اوسکا کلام بهی اوسکا
بعض کیسا تمام هي اوسکا

ظاهر و باطن اوس کا سوخته هوں
ورنه با لذات هوش باخته هوں

جستجو هے تو اوس کی ذات کی هے
گفتگو هے تو اوس کی بات کی هے

کام هے تو اوسی کی ذات سے هے
بات هے تو اوسی کی بات سے هے

جو کهے اوس کی ذات پاک کهے
اور کوی کهے تو خاک کهے

واقعی حق کلام اوس کا هے
کهنا حق بات، کام اوس کا هے

هے وظیفه اثر کلام درد
ورد اپنا یهی هے نام درد

درد عاشق کی هے دوا، وو کلام
درد مندوں کی هے شفا، وو کلام

شعر حضرت نیں جس زباں میں کهے
تا قیامت وو یادگار رهے

شاعری وهاں کا کچهه کمال نهیں
فخر هے بلکه شاعری کے تئیں

ریخته نیں یه تب شرف پایا
جبکه حضرت نیں اوسکو فرمایا

مرتبه ریخته کا اور هوا
معتبر فارسی کے طور هوا

یه فصاحت زبان کی هے کهاں
یه بلاغت بیان کی هے کهاں

کهیں یه بات پائی جاتی نهیں
یوں حقیقت دکهائی جاتی نهیں

شعر سب اسطرح حقیقت کے
نهیں دیکهے سوائے حضرت کے

جو که اهل سخن هیں مانتے هیں
قدر صاحب مذاق جانتے هیں

نظم یا نثر جو کها هے کلام
هے وو بے شبه سر بسر الهام

حل هوے هیں مسائل توحید
سب وو روح القدس کی هے تائید

کیا کهوں اوسکی میں قبولیت
سن کے هوتی هے دل کو محویت

هے موثر نپٹ هی در دل و جاں
سارے عالم کے نت هے ورد زباں

بسکه تضمیں وہ کلام هوا
تب یه مقبول خاص و عام هوا

چونکه هستم سیاہ مست سخن
می سپارم عناں بدست سخن

که جلو ریز رخش خامه شود
آمد و رفت قطره زن نکند

تازه ملک معانی رنگین
تازه مضمون و قابل تحسین

ارمغاں بہر دوستاں آرم
رشک صد باغ و بوستان آرم

دید کن گلشن معانی را
گل و گلزار نکته دانی را

همه گل کرد نو بهار سخن
چهره افروز شد نگار سخن

هست طبع رواں چو آب رواں
زندگی بخش جان زنده دلاں

ز آبداریء حرف و رنگ سخن
صفحهٔ کاغذ است رشک چمن

در صفا جلوه گاه دلدار است
آئینه از برائے دیدار است

اند کے داد ایں بباید داد
دل ناشاد تاکه گردد شاد

شورش عشق را تماشا کن
سیر جوش جنوں و سودا کن

حرف عاشق شنیدنی دارد
عالم شوق دیدنی دارد

بیان اختلال احوال عاشق خسته حال و ذکر کوفت و ملال آں شکسته بال

کون جانے ہے درد مند کا حال
دل سوزاں مستمند کا حال

ایک مدت تلک نه تها معلوم
کس بلا میں پڑا ہے یه مظلوم

بن کہے، حال کون جانے ہے
چپ رہے، حال کون جانے ہے

دل کا مالک نہیں سوائے خدا
پوچھے، کس کو غرض برائے خدا

ایک عمر اسکا مجکو کھوج رہا
دل په اس بات کا هی بوج رہا

کچھه نه کھلتا تها کیا مرض ہے اسے
آه وزاری سے کیا غرض ہے اسے

دل په اب اسکے کیا گزرتا ہے
یه جواں یوں جو مفت مرتاہے

کس لئے اسکی نیند و بهوک گئی
کیا مصیبت پڑی ہے روز نئی

کس لئے ٹهنڈے سانس بهرتا ہے
کس لئے آه و ناله کرتا ہے

کس لئے زار زار رووے ہے
کس لئے ڈاڑھیں مار رووے ہے

کس لئے بیحواس رہتا ہے
کس لئے یوں اداس رہتا ہے

کس لئے یوں رہے ہے من مارے
کس لئے مفت دے ہے جی ہارے

کس لئے یوں رہے ہے بیخور وخواب
مضطرب جیسے ماهئی بے آب

یوں جو سوکھے ہے کیا اسے دق ہے
یا کسو شخص پر یه عاشق ہے

یا کہ اس کو جنون و سودا ہے ‌ ‌ ‌ کچھہ دماغی خلل یہ پیدا ہے
یا کہ مجذوب ہے یہ مستانہ ‌ ‌ ‌ ہے غرض زور کوی دیوانہ
ظاہرا پر کسو پہ شیدا ہے ‌ ‌ ‌ سب علامات عشق پیدا ہے
دیکھو جس وقت اشک جاری ہے ‌ ‌ ‌ نالہ فریاد آہ و زاری ہے
نہ کسو سے ہمدسے نہ بولے ہے ‌ ‌ ‌ بات دل کی کہیں نہ کھولے ہے
حال پوچھو تو خیر رونے لگے ‌ ‌ ‌ اور الٹے خفیف ہونے لگے
بن کہے آپ ہی آپ بکتا ہے ‌ ‌ ‌ بات پوچھو تو منہ کو تکتا ہے
کیا کوی دوستی بجا لاوے ‌ ‌ ‌ کس طرح کوی اسکو بہلاوے
کیا کوی اسکی دوستداری کرے ‌ ‌ ‌ کیا کوی اسکی غم گساری کرے
غور و پرداخت کیا کرے کوی ‌ ‌ ‌ کی نہیں جاتی اوسکی دلجوئی
کیا کہوں باتیں کیا دوانی ہیں ‌ ‌ ‌ شعر یہ اوسکے ہی زبانی ہیں
" ایک تو اوسکے جور نیں مارا ‌ ‌ ‌ اور یاروں کی غور نیں مارا
آہ! یا رب کدھر نکل جاوٗں ‌ ‌ ‌ دوست دشمن کو منہ نہ دکھلاوٗں
دشمن اتنا نہیں ستاتے ہیں ‌ ‌ ‌ دوست جتنا اب آ دکھاتے ہیں
دوستی کیا میں لے کے ان کی کروں ‌ ‌ ‌ جبکہ ہر طرح سے میں آپہی مروں
دم دئے کوی جی بہلتا ہے ؟ ‌ ‌ ‌ دل بسان چراغ جلتا ہے
انکی دلسوزیاں ہیں بیہودہ ' ‌ ‌ ‌ سچ ہے حضرت کا سب یہ فرمودہ"

غزل لہ مدظلہ

"اپنی قسمت کے ہاتھوں داغ ہوں میں ‌ ‌ ‌ نفس عیسوی چراغ ہوں میں
ہوں فتادہ برنگ نقش قدم ‌ ‌ ‌ رفتگان کا مگر سراغ ہوں میں
دونوں عالم سے کچھہ پرے ہے نظر ‌ ‌ ‌ آہ کس کا دل و دماغ ہوں میں
میں ہوں گلچین گلستان خلیل ‌ ‌ ‌ آگ میں ہوں پہ باغ باغ ہوں میں
عین کثرت میں دید وحدت ہے ‌ ‌ ‌ قید میں درد با فراغ ہوں میں"
خیر بے طرح زیست کرتا ہے ‌ ‌ ‌ خیر خواہی سے اور مرتا ہے
رات دن ایک سا ہی جاگے ہے ‌ ‌ ‌ لوگوں سے جیسے وحشی بھاگے ہے
نہیں تھمتا ہے آہ و زاری سے ‌ ‌ ‌ جان دیتا ہے بیقراری سے

۱۳

نہ کبھو دن کو چین ہووے ہے — نہ کبھو رات کو یہ سووے ہے
ایک جا سے کبھو پھرے نہ چلے — گڑ کے بیٹھے تو وھاں سے پھر نہ ھلے
رو بہ دیوار بیٹھا رھتا ھے — جیسے بیمار بیٹھا رھتا ھے
کبھو بے حس پڑے ھے جوں مردہ — دل بجھا اور خاطر افسردہ
کبھو ٹھہرے نہ ایک آن کہیں — آپ جاوے کہیں تو دھیان کہیں
اِدھر اُودھر پھرے ھے بے آرام — نہیں معلوم کیا ھے اسکو کام
اسکو یکجا کہیں قرار نہیں — ان دنوں یہ کسو کا یار نہیں
نے نصیحت کسو کی مانے ھے — نے بھلا نے برا یہ جانے ھے
فی البدہ یہ جو اونیں شعر کہے — دو یہ اُس میں سے مجھکو یاد رہے
"گاہ یارم بمن نمی سازد — آہ یارم بمن نمی سازد
ناصحان را ازیں چہ می سازد — خواہ یارم بمن نمی سازد"
دوست اپنا کسو کو جانتا نہیں — کچھہ کسو کا کہا یہ مانتا نہیں
کیا کہوں کس طرح سے جیتا ھے — غم کو کھاتا ھے آنسو پیتا ھے
بے طرح کی معاش کرتا ھے — کچھہ غضب بود و باش کرتا ھے
یوں تو اس چھت* کوئی نہیں یا رب — سر بکف دل بدست جاں برلب
نہیں دیکھا کسو کا حال ایسا — دیکھنا کیا، نہیں کسو نین سنا
ھے یہ مستانہ صاحب تاثیر — یاد اسکو دلوں کی ھے تسخیر
†جا پڑے ھے جب اوس طرف کو نگاہ — اس کی حالت کرے ھے حال تباہ
آہ دیکھا اوسے نہیں جاتا — حال کہنے میں کچھہ نہیں آتا
دیکھیں اوس پاس کوی جا تو سکے — آنکھہ اوس سے بھلا ملا تو سکے
جس گھڑی اوس پہ دھیان جاتا ھے — بس خدا کا ھی خوف آتا ھے
حال اوسکا جو کوئی سنتا ھے — کہا کے افسوس سرکو دھنتا ھے

غزل

"ھر کہ بر حال اونگاہ کند — گزد انگشت و باز آہ کند

---

* سوائے   † ایک نسخے میں یہ شعر اس طرح ھے
جا پڑے ھے جب اُس طرف کو نظر — اُس کی حالت کرے ھے دل میں اثر

غیر او هیچ شخص دیده نشد   که چنین حال خود تباه کند
دود آهش کشیده سر بفلک   ورق آسمان سیاه کند
گفتهٔ هیچ کس نمی شنود   خیر خواهی چه خیر خواه کند
اثر اے کاش این چنین حالت   در طلبگاری اله کند''
ایسی حالت میں گرچه مرتا تھا   منه سے پر کچھه بیاں نه کرتا تھا
جی میں گو تھا هزار جوش وخروش   تھا به لب تشنه مثل خم خاموش
اپنے دل کی یه کھولتا هی نه تھا   بات مربوط بولتا هی نه تھا
آه و ناله کبھو کبھو زاری   کبھو مجذوب کی سی بڑماری
مثل گل جیب و سینه پھاڑے تھا   جیسے بلبل پڑا دھاڑے تھا
پر نه کھلتی تھی کیا مصیبت هے   ماجرا کیا هے کیا حقیقت هے
کھول کر کچھه بیاں نه کرتا تھا   راز اپنا عیاں نه کرتا تھا
الغرض بعد ایک مدت کے   اور اٹھانے هزار شدت کے
آتش عشق میں هوا جو گداز   دل عاشق نین تب یه کھولا راز
شمع کی طرح روکے پھوٹ بہا   یه خدا جانے سچ که جھوٹ کہا

غزل

"اشک ریزاں بحال خویشتنم   شمع سان در وبال خویشتنم
گرد خود آمدن نمی دهد او   من فدا در خیال خویشتنم
چوں فلک خود پئے خودم بتلاش   در سراغ وصال خویشتنم
ناقص کامل ایںچنیں نبود   من مقر کمال خویشتنم
فرصت گفتگو بغیر نشد   از جواب و سوال خویشتنم
حرف حرفم بگریه آرد اثر
چوں قلم از مقال خویشتنم''

غزل

دل جو یوں بے قرار اپنا هے   اس میں کیا اختیار اپنا هے
جو کسو کا کبھو نه یار هوا   وهی قسمت سے یار اپنا هے
روز و شب آه و ناله و زاری   اب یهی کاروبار اپنا هے

بیوفائی وو گو ہزار کرے — یہاں وفا ہی شعار اپنا ہے
سب یہ اپنا ہے واسطہ ہے دوست — ہر کوئی دوست دار اپنا ہے
اوس گلی میں نہیں یہ نقش پا — ہر قدم پر مزار اپنا ہے
کاش امید ہووے کشتۂ یاس — دشمن اب انتظار اپنا ہے
ہووے تروار آبدار کا وار — اس میں بیڑا ہی پار اپنا ہے

مثل لالہ چھپاؤں کیوں کے اثر
داغ دل آشکار اپنا ہے

اے کہ می پرسی از حقیقت من — کشف حالم بود ز صورت من
چہ بگویم کہ دیدنی باید — سوے حالم نگاہ می شاید
آہ رنگم ببین و حال مپرس — خبرے زین شکستہ حال مپرس
دوستان سخت حالتے دارم — کہ بدست بتے گرفتارم
نہ مرا طاقت جدائی او — نے مرا تاب خود نمائی او
جلوہ اش می برد مرا از جا — پایداری کجا و عشق کجا
درد می گردد از نظر مستور — آسمان و زمین شود بے نور
ہم غم ہجر و ہم نشاط وصال — ہر یکے جان و دل کند پامال
ہجر و وصلش بمن نمی سازد — دل باظہار آن چہ پردازد
ہیچ در گفتگو نمی آید — کارم از جستجو نمی آید
قرب و بعدش زمن چہ می پرسید — ہست مانند سایہ و خورشید
ہر زمان آید او، روم از خویش — چون رود، محروم دویدہ بہ پیش
گو کہ گردم براہ پامالش — نگذارم ولیک دنبالش
بسکہ ہستم سیاہ مست او — می سپارم عنان بدست او
با وجود و عدم چہ کار مراست — آمد و رفت او فنا و بقاست
ہر کجا می روم ہم آغوشم — در کنارش فتادہ مدہوشم
ہر زمان ہست قرب او حاصل — نبود درمیان خط فاصل
لیک دایم خراب احوالی است — کہ در آغوش جائے او خالی است
من باو مایل اوست مایل من — تیرہ بختی شد است حائل من
خاکسارم فتادہ در راہش — ہر قدم سر نہادہ در راہش

سی برم خویش را بجاے او　　تا درازي کشم بپائے او
محو گردد در او سراپایم　　از تگ و تاز خود بیاسایم
سی تواں کرد زندہ در گورم　　لیک نتواں گزاشت مهجورم
جلوۂ اوست هر طرف پس و پیش　　همه داغم ز تیرہ روزیء خویش
او بهر صورتم نمودہ هلاک　　مهر رویش مرا نشاندہ بخاک
الغرض دل ز دست دادہ منم　　در خم زلف او فتادہ منم
قصۂ خود چها چها گویم　　مختصر ایں که کشتۂ اویم
رفت کارم ز اختیار من　　گشت خالی ز دل کنار من

غزل

دل من آہ مفت رفت ز دست　　هیچ حرفے نگفت رفت ز دست
راز هاے دلے نگفته به است　　حرف چوں کس شنفت رفت ز دست
چشم غماز ماند و دل که مدام　　راز هاے نهفت رفت ز دست
مژۂ من ز راہ نادانی　　گوهر اشک سفت رفت ز دست
هر که خار و خس هوا و هوس　　از در دل نرفت رفت ز دست
دست خالی چه طور خواهی باخت　　بازئی طاق جفت رفت ز دست
اهل غفلت همی روند از کار　　پاے هرگه که خفت رفت ز دست

خوشی دل اثر هلاک دل است
غنچه هر که شگفت رفت ز دست

کچهه نه پوچهو نپٹ هی مشکل هے　　اور کے هاتهه میں مرا دل هے
شادمانی نظر نهیں آتی　　زندگانی نظر نهیں آتی
کیا کهوں میں کسو سے اپنا حال　　زیست کرکی غرض هوے هے وبال
کون کس کی سنے هے کس سے کهوں　　اور اُلٹے هنسے وو جس سے کهوں
درد کوی کسو کا کیا جانے　　اوس کا دل جانے یا خدا جانے
کیا کهوں کچهه کها نهیں جاتا　　چپ رهوں تو رها نهیں جاتا
گر کها بهی تو کون مانے هے　　جو سچے هے سو جهوٹ جانے هے
گر کسو نیں سنا تو کیا حاصل　　اور سے کب کهلے هے عقدۂ دل

کوی دم گر اکیلے پاؤں اوسے　　درد دل تک ذرا سناؤں اوسے
دل کا شاید بخار نکلے جب　　یہ جو کھٹکے ہے خار نکلے جب
ورنہ پھر خیر یہ دل صد چاک　　آرزو لے ہی جاے گا تہ خاک

غزل

بیدلم دل بجا نمی آید　　تا کہ آں دلربا نمی آید
طفل شوخ ہزار مہر و وفا　　هیچ نام خدا نمی آید
صبر ہر چند بہتراست ولے　　چکنم چوں مرا نمی آید
شمع ساں جملہ تن زبانم لیک　　گفتن مدعا نمی آید
رام سازی بتاں وحشی را　　از تو ہم اے خدا نمی آید
از چہ او را اثر نمی دانم
رحم بر حال ما نمی آید

اور کس کو دکھائیے احوال　　حالت دل نین کر دیا پامال
غم دل آفت نہانی ہے　　کب کسو اور کو جتانی ہے
غم کسو کے گھٹائے گھٹتا ہے　　یا کسو کے مٹائے میٹتا ہے
جس کے جی پر پڑے وہی جانے　　اور کے دل کی اور کب جانے
جب تلک دم میں یہاں میرے دم ہے　　نت یہی دکھہ ہے نت یہی غم ہے
غم نیں اب سب طرف سے گھیر لیا　　کیا کہوں مجسے جو سلوک کیا
گھر کیا غم نے اب مرے دل میں　　رہ پڑا روز وشب مرے دل میں
ہو گیا سینہ بسکہ غم خانہ　　دل ہوا غم کے ساتھہ ہم خانہ
اسقدر ہے موافقت باہم　　نہیں معلوم دل ہے یہ یا غم
گو غم یار جی ہی کھاتا ہے　　پر مجھے یہ رفیق بھاتا ہے
ساتھہ میرا فقط اسی نیں کیا　　بس رفاقت کو ہاتھہ سے نہ دیا
کون ایسا کسو کو چاہے ہے　　مرتے مرتے وہی نباہے ہے

غزل

گرچہ غم جی لئے ہی جاتا ہے　　پر نہ یہ جی دئے ہی جاتا ہے
مہربانی تو اونیں ایک نہ کی　　جور سو سو کئے ہی جاتا ہے

وہ ستمگر ہمیشہ مثل شراب خون عاشق پئے ہی جاتا ہے
سخت جانی اثر کے دیکھئے آہ
اس ستم پر جئے ہی جاتا ہے

دل گیا تھا تو جان بھی جاتی تو مصیبت نہ مجھ پہ یوں آتی
زندگانی ہوئی ہے اب مشکل پس گیا ہے مصیبتوں میں دل
آہ جی کو کہاں تلک گھوٹوں مر چکوں تو عذاب سے چھوٹوں
ورد میرا بس اب یہی ہے کلام اس کی برکت سے ہووے کام تمام
دل تڑپتا ہے درد پہلو ہے مرگ آپہنچیو کہ قابو ہے
آہ کے ساتھ جی نکل نہ گیا آہ اے آہ یہ خلل نہ گیا
دل کی آفت کبھی نہیں جاتی یہ مصیبت سہی نہیں جاتی
کھا گئی مجکو دل کی بیماری اس سے بہتر ہے سل کی بیماری
آبلے ہیں تمام سینے میں جیسے چھالے ہوں آبگینے میں
جی پہ میرے عذاب رہتا ہے سخت حال خراب رہتا ہے
اب تو جان بر نہیں ہوں مرتا ہوں کچھ دموں کا شمار کرتا ہوں

غزل

مرض عشق دل کو زور لگا جان بلب ہوں خیال گور لگا
بے طرح کچھ گھلائے جاتا ہے شمع کی طرح دل کو چور لگا
تیرے مکھڑے کو یوں تکے ہے دل چاند کو جوں رہے چکور لگا
در و دیوار کو ہر ایک طرف
آنسوؤں سے اثر کے شور لگا

کچھ عجب رنگ ہے مرے دل کا کیا کہوں حال ایسے بسمل کا
دل نہیں کوی بلا ہے سینہ میں حشر ہر دم بپا ہے سینہ میں
نہ کھلی بات کچھ مرے دل کی کیا کوئی جانے مرغ بسمل کی
آہ بسمل بھی ہو چکی ہے تمام نہ ہوا اسکو مر کے بھی آرام
ہے کہاں زیست کون جیتا ہے پر وہی خون دل یہ پیتا ہے
عقدۂ دل مرا کبھو نہ کھلا گو بتاسے کی طرح جائے گھلا

غنچۂ دل یہ ناشگفتہ رہا — راز اس کا سبھی نہفتہ رہا
دل پر اضطراب نیں مارا — اسی خانہ خراب نیں مارا
دل مرا باعث عذاب ہوا — اس کے جلنے سے میں کباب ہوا

غزل

دیکھہ کر دل کو پیچ و تاب کے بیچ — آ پڑا مفت میں عذاب کے بیچ
کون رہتا ہے تیرے غم کے سوا — اس دل خانماں خراب کے بیچ
تیرے آتش زدوں میں مثل شرار — عمر کاٹے ہے اضطراب کے بیچ
شمع فانوس میں نہ جبکہ چھپے — کب چھپے ہے یہ رخ نقاب کے بیچ
کیا کہوں تجھسے میں اثر کہ اوسے
کس طرح دیکھتا ہوں خواب کے بیچ

اے پریروئے بیوفا دلدار — وے جفا جوئے بیمروت یار
کاش روئے ترا نمی دیدم — تا کہ چندیں بلا نمی دیدم
دیدہ یکبار خود تماشا کرد — لیک دل را خراب و رسوا کرد
یک نظر را نمودی و رفتی — پردہ از رخ کشودی و رفتی
جلوۂ بود یا کہ برقے بود — سوخت دل را اگرچہ فرقے بود
شعشعاتش نگاہ خیرہ نمود — عقل را در دماغ تیرہ نمود
گر نمی آمدی مقابل من — میربودی بگوچسان دل من
دلبرم ایں قدر تو داری یاد — خود ربودی کسے بزور نداد
دلربائی چو بود منظورت — چیست تقصیر من دریں صورت
دیدہ بودم ز دور یک دو نگاہ — غیر ازیں نیست ہیچ جرم و گناہ
تا ہنوزم عذاب آن باقی است — دار و گیر حساب آن باقیست
دیدن روے تو شدہ ناساز — خوشیء دل ندیدہ ام زاں باز
از ہمان روز طالعم برگشت — بر سرمن گذشت آنچہ گذشت
سینہ و دل کہ شعلہ افروز است — آتش افتادۂ ہماں روز است
چوں دو چار ایں بلند بالا شد — از ہمان وقت فتنہ برپا شد
چشم وا گشتہ بر رخت چوفتاد — باب صد فتنہ و فساد کشاد

نام هجراں بد است ورنہ وصال — روز اول نبود ایں احوال
فقط امروز من نمی سوزم — بلکہ آتش زدہ ازاں روزم
تیر آهم کہ همچو جاں دوز است — ایں جگر دوزئی هماں روز است
آں نگہ هاے شرمگیں حیا — را بطہ تازہ آشنائیها
می خلد همچو تیر در دل و جاں — آہ بر آورم ز سینہ چناں
یا چناں بود گرم جوشیها — یا چنیں گشت چشم پوشیها
آں قدرها نبود جرم و گناہ — کہ فگندی چنیں بحال تباہ

غزل

چہ خطائے دگر مگر دیدم — اے ستمگر چہ شد اگر دیدم
عوضش هست اینکہ دل دزدی — آنکہ در دیدہ یک نظر دیدم
چہ قدر آب شد بہ نیم نگہ — زهرۂ ایں دل و جگر دیدم
دیدہ از هرزہ بیلیء عالم — بستم و عالم دگر دیدم

تو بگو اے اثر دگر چہ کنم
نالہ و آہ بے اثر دیدم

گفتگوے مستانہ عاشقانہ بتصور حضور جانانہ و بیان دیگر حالات در پیش و رفاقت دلریش در وقت مصیبت خویش —

کس کو لاؤں کہوں میں کس کے حضور — چپ رهوں تو نہیں مرا مقدور
نکہوں یا کہوں میں تجسے کہوں — جی کے جی هی میں ور نہ مار رهوں
هوں سیہ مست اپنے حال کے بیچ — تجکو حاضر سمجہ خیال کے بیچ
کچھہ دوانوں کی طرح بکتا هوں — تیری بے هیچ راہ تکتا هوں
دل میں تیرا خیال رهتا هے — سامنے یہ جمال رهتا هے
دیکھوں کسکو کروں میں کس پہ نگاہ — جا رهے هے مری تو جس پہ نگاہ
دو بدو تو هی یار هوتا هے — سامنے آ دو چار هوتا هے

یہ جو حضرت نیں کی خبر دیکھا
شورش عشق کا اثر دیکھا

غزل لہ مد ظلہ

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی
جس طرف تونیں آنکھہ بھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

اون لبوں نیں نہ کی مسیحائی
ہم نیں سوسوطرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

ابھی آگے تو اور جانے گا
جتنا دیکھے گا اوتنا مانے گا

وہ جو اس کے جناب کے ہیں غلام
ہے یہ اون کا بھی عشق دون مقام

ہیں فدا اوس پہ عاشق و معشوق
سب یہ اوس کے جناب کے ہیں مشوق

بات میں بات یہ جو کہتا ہوں
فی الحقیقت اسی میں رہتا ہوں

رتبہ اوس کا مجھے دیکھانا ہے
اور تقریب سب بہانا ہے

نہ کہوں میں نہ پوچھہ تو آگو
کہہ سکوں میں نہ پا سکے گا تو

کچھہ تجھے قابل سخن پایا
تب یہ مذکور درمیان آیا

حق یہی ہے اسی کو مانیو تو
اس سوا اور کچھہ نجانیو تو

بات جتنی یہ میری تو جانے
اور کوی تو یوں نہ پہچانے

آ پھر آپس میں ہم تو بات کریں
اپنے درجے سے بڑہ قدم نہ دھریں

گفتگو تیرے ساتھہ کر بمجاز
کہوں در پردہ حرف راز و نیاز

بات میری جو ہے تو جانے ہے
دل ترا اسکو خوب مانے ہے

تو نہ جانے تو کون جانے گا
تو نہ مانے تو کون مانے گا

راز دل کا تو ہی تو محرم ہے
تو ہی تو ہمنشین و ہمدم ہے

اور کوی کہاں سے جانے گا
اس طرح دل سے کون مانے گا

حال اپنا تجھے دکھاتا ہوں
قال اپنا تجھے سناتا ہوں

رات دن تجھسے گفتگو ہے مجھے
تیرے ملنے کی آرزو ہے مجھے

تو ہی میری نظر میں رہتا ہے
توہی تو دل کے گھر میں رہتاہے

گو پڑا میں اکیلے مرتا ہوں
لیک باتیں تجھی سے کرتاہوں

تو مرے پاس ہے مرے صاحب — نہ رہا فرق حاضر و غائب
تجھکو رکھتا ہوں اور کس سے کہوں — تجھہ سوا ہے وو کون جس سے کہوں
یہ جو ارشاد سب کیا احوال — ہے سراسر ہمارے حسب حال

له مد ظله

هیچ در دل هوس نمی باشد — غیر تو هیچ کس نمی باشد

له مد ظله

چشم با چشم گو نگردد چار — دل بدل هم نهفته راه بود
دیده ام جلوهٔ رخے کامروز — مهر در چشم من چو ماه بود
پاس من هم گهے نگهداری — گر بحالم ترا نگاه بود
مژه ام بسکه میکند خس پوش — گریه ام آب زیر کاه بود
ترک چشم توسخت خونخواراست — همچنیں فرقهٔ سپاه بود

غزل له مد ظله

ہے غلط گر گمان میں کچھہ ہے — تجہ سوا بھی جہان میں کچھہ ہے
دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے — آن میں کچھہ ہے آن میں کچھہ ہے
لے خبر تیغ یار کہتی ہے — باقی اس نیم جان میں کچھہ ہے
ان دنوں کچھہ عجب ہے میرا حال
دیکھتا کچھہ ہوں دھیان میں کچھہ ہے

غزل له مد ظله

دل پہ بے اختیار ہوکر آہ — توہی کہہ کب تلک نہ اتھے کراہ
خوشخرامی ادھر بھی کیجئے گا — میں بھی جوں نقش پا ہوں چشم براہ
کیا کہوں تجسے ہم نشیں دل میں — برچھی سی لگتی ہے وو ترچھی نگاہ
جس پہ تقصیروار یوں سمجھو — ابھی ایسا تو کچھہ نہیں ہے گناہ
جو ہوے ہیں قرار آپس میں — میں ترا اور تو مرا ہے گواہ
دید وادید رکھے جائیے گا — جب تلک ہو ملاپ خاطر خواہ
بت پرستی نہیں شعار اپنا — ہم کو ایسا نہ سمجھیو واللہ

هنسنے اور بولنے کی باتیں کرو　　نام اس کا نہ لو کہاں ہے چاہ

شوخ تو اور بھی ہیں دنیا میں
پر تری شوخی کچھہ عجب ہے واہ

اب تصور میں تیرے رہتا ہوں　　تجھسے کچھہ آپ ہی آپ کہتا ہوں
نہ کہوں تجھسے تو یہہ کس سے کہوں　　تو بتا دے بھلا میں جس سے کہوں
هم نشیں کوی' نے کوی دمساز　　دوست کوی' نہ کوی محرم راز
جسکے آگو میں دل کی بات کہوں　　دیکھہ تو چپ کہاں تک آہ رہوں
دل میں میرے بھرا ہے جوش وخروش　　منہ سے کیونکر بھلا رہوں میں خموش
دل کوی چپکے رہنے دیتا ہے　　یونہیں بک بک کے جان لیتا ہے
کب تلک دل ہی دل میں بات کروں　　کچھہ تو بارے ترے بھی منہ پہ دھروں
دل سے کب تک کروں میں سرگوشی　　نہیں بنتی ہے مجکو خاموشی
جب گزر دل سے جان پر آئی　　اس قدر تب زبان پر آئی
تون سنا ہے جو کچھہ کہ فرمایا　　جس غزل نے دلوں کو گرمایا

غزل لہ مد ظلہ

بات جب آ ندان پڑتی ہے　　تب کہیں تیرے کان پڑتی ہے
آتش عشق قہر آفت ہے　　ایک بجلی سی آن پڑتی ہے
آخر الامر آہ کیا ہوگا　　کچھہ تمہارے بھی دھیان پڑتی ہے
بات چڑھتی ہے دل پہ جو آخر　　خلق کے پھر زبان پڑتی ہے
میرے احوال پہ نہ ہنس اتنا　　یوں بھی اے مہربان پڑتی ہے

شعر ہے اور درد ہے یعنی
بات میں اور ہی جان پڑتی ہے

تک بھی تنہا اگر میں پاؤں تجھے　　درد کی باتیں کچھہ سناؤں تجھے
درد دل سے بھلا تو واقف ہو　　دل لگا کر سنے حقیقت کو
آج تک میں نیں تجسے کچھہ نکہی　　جی کی جی ہی میں ساری بات رہی
دیکھہ تو میں بھی جان رکھتا ہوں　　منہ میں آخر زبان رکھتا ہوں
کب تلک یوں ہی جی کو مارے رہوں　　دل میں آتا ہے کچھہ تو بارے کہوں

درد دل تجھہ سوا ے کس سے کہوں — نہ سنا تو نہیں ھا ے کس سے کہوں
بولوں کس سے کہوں میں کس کے حضور — بات سمجھے کوی سو کس کو شعور
دل میں باتیں ہزار آتی ہیں — نہیں منہ سے نکالی جاتی ہیں
بن کہے تو ہوے ھے رسوائی — کردیا دل نیں مجکو سودائی
دیکھہ تو کیا کہے ھے نا حق خلق — بند کیوں کر کروں میں انکا حلق
سب میں چرچا جو ہو رہا تھا یہ — سخت ناچار ہوگیا تھا یہ

غزل

تو کہاں میں کہاں یہ کہتے ہیں — کہ یہ آپسمیں دونوں رہتے ہیں
ایک تیری ہی بات کے لئے ہم — باتیں سو سو سبہوں کی سہتے ہیں

کام اپنا اثر نہ کیونکے بہے *
آنسو ایسے نہیں یہ بہتے ہیں

روؤں کیونکر بھلا نہ اس غم میں — مفت رسوا ہوا ہوں عالم میں
لوگ کیا کیا خیال کرتے ہیں — کچھہ کا کچھہ احتمال کرتے ہیں
جب تلک غائبانہ رہتے ہیں — چاہتے ہیں سو منہ سے کہتے ہیں
سامہنے پر نہیں کسو کی مجال — کہ نہ ہووے مرا شریک حال
میری حالت کرے ھے سب کو اثر — نہیں رہتی کسو کو کچھہ بھی خبر
جو کہ ایدھر نگاہ کرتا ھے — سانس ٹھنڈی بھر آہ کرتا ھے
حال پر میرے دل سے جلتا ھے — شعلہ ساں ہاتھہ اپنے ملتا ھے

جو کوی اب دو چار ہووے ھے
شمع کی طرح جل کے روے ھے

بندہ از بس غلام درد بود — حسب حالم کلام درد بود

لہ مد ظلہ

" بے تو حالے بہم رسید مرا — گریہ سر کرد ہر کہ دید مرا
عشوہ و غمزہ بسکہ دلکش بود — ہر یکے سوے خود کشید مرا "
کیا کہوں اپنی میں پریشانی — سخت رہتی ھے مجکو حیرانی

---

* دونوں نسخوں میں یہ لفظ یونہی لکھا ھے

حال میرا کوئی نہ پاوے گا
بن کہے کیونکے جی میں آوے گا
قصہ خوانی کروں سو کب ہے دماغ
دل کے ہاتھوں نہیں ہے مجھکو فراغ
اسقدر بات تجھسے کہتا ہوں
ورنہ میں تو خموش رہتا ہوں
بات میری توھی تو مانے ہے
تجھ سوا اور کون جانے ہے
تجھ پہ ظاہر ہے سب مرے دل کی
میں بھی جانوں ہوں کچھ ترے دل کی
دل کو دل کی خبر بھی ہوتی ہے
دل سے تنگ غم یہی تو کھوتی ہے
ورنہ احوال کون تجھسے کہے
یا تری بات آ کے مجھسے کہے
دل ھی کھولے ہے خفیہ راہ کلام
لائے لیجائے ہے پیام و سلام
دل سوا کوی نامہ برھی نہیں
اور کو میری کچھ خبر ھی نہیں
تیری باتیں یہ مجھسے کرتا ہے
میری باتوں پہ کان دھرتا ہے
میری سنتا ہے اپنی کہتا ہے
ایک یہے ھی تو پاس رہتا ہے
ساری دنیا سے جی ہوا ہے تنگ
نظر آیا ہے اب جہان کا رنگ
میں فدا دل سے اس کلام پہ ہوں
کہنے والے کے اور نام پہ ہوں

لہ مد ظلہ

دل مرا پھر دکھا دیا کن نیں
سوگیا تھا جگا دیا کن نیں
دل مرا باغ دلکشا ہے مجھے
دیدہ جام جہاں نما ہے مجھے

عزل لہ مد ظلہ

دل تجھے کیوں ہے بیکلی ایسی
کون مل گئی ہے اچپلی ایسی
سب برا کہتے ہیں تو کہنے دو
بات لاے ہو تم بھلی ایسی
وہ ملیے گا تو ہم بھی ملتے ہیں
آپ لگ چلئے کہا چلی ایسی
خون ہوتا ہے دل کا یہاں آؤ
مہندی پانوں میں کیا ملی ایسی
اوس کے گھر میں کدھر سے پھونچئے جا
دل بتا دے کوی گلی ایسی

خیر کیا کیا کہوں میں یاوری ء دل
اور اسوقت دوستداری ء دل
نہ کوی مہرباں نہ کوي شفیق
ایک دل ھی بساط میں ہے رفیق
بس یہی غمگسار ہے میرا
صرف یے ھی تو یار ہے میرا

تنگ آیا ہے پر مرے ہاتھوں — جیسے میں تنگ ہوں ترے ہاتھوں
کیا کہوں دل کے بیقراری کی — نالہ فریاد آہ و زاری کی
حشر برپا کیا ترے دل میں — کی نہ تاثیر پر ترے دل میں
حضرت درد نے جو فرمایا — تیری دولت وہ ہمکو پیش آیا

غزل

ہم نیں کس رات نالہ سر نہ کیا — پر تجھے آہ کچھ اثر نہ کیا
سب کے ہاں تم ہوے کرم فرما — اسطرف کو کبھو گزر نہ کیا
آپ سے ہم گزر گئے کب کے — کیا ہی ظاہر میں گو سفر نہ کیا
کتنے بندوں کو جان سے کھویا — کچھ خدا کا بھی تو نیں ڈر نہ کیا
کون سا دل ہے وہ کہ جسمیں آہ — خانہ آباد تونیں گھر نہ کیا

دیکھنے کو رہے ترستے ہم
نہ کیا رحم تونیں پر نہ کیا

کیا کہوں تیری بے مروتیاں — ہیںگی بیرحمیاں فزوں ز بیاں
سخت گوئی کہوں کہ سخت دلی — نہیں دیکھی ہے یہ کرخت دلی
تیری کیا کیا رکھائیاں میں کہوں — باتیں جو جو سنائیاں میں کہوں
کیونکہ بیحد کو قید میں لاؤں — ایک ہووے تو اسکو دہراؤں
روؤں کیا کیا ترے سخن کر یاد — کون سی بات کی کروں فریاد
تو نہیں یہ خدا ستاتا ہے — چاہنے کا مزا دیکھاتا ہے
جبکہ تیرا خیال لاتا ہوں — ساری باتوں کو بھول جاتا ہوں
پر تجھے تو وہ یاد ہوویں گی — بلکہ اب تو زیاد ہوویں گی
دل میں کوی اگر کھٹکتی ہے — منہ پہ آتے میرے اٹکتی ہے
ایک دہراؤں تو ہزار سنوں — لطف کیا ہے جو بار بار سنوں
کچھ کہے کا نہیں ہے اب حاصل — یوں خدا نے ترا بنایا دل
ایک دن میں جو عرض حال کیا — خوب تو نیں مجھے جواب دیا
لگی رکھی نہ کچھ رہی گفت و شنید — واہ رے بیمروت و بے دید
قطعہ ارشاد میرے حضرت کا — ہے اسی مطلب و حقیقت کا

کیا پڑا ہے مطابق احوال سنیو تک ہے وہی جواب و سوال

قطعہ لہ مد ظلہ

جب کہا میں کہ تک خبر لینا دل پر آفت ندان ہے پیارے
ایک دم میں تو جی ہی جاتا ہے زیست اب کوی آن ہے پیارے
تب لگا کہنے سچ یونہیں ہوگا کیا پر اسکا بیان ہے پیارے
میرے دل کی جو پوچھے تو یہ ہے جان تو اپنی جان ہے پیارے
تجسے مرجاینگے تو مر جاوویں
جان ہے تو جہان ہے پیارے

کسقدر دیکھو قساوت ہے دوستی کیا کوئی عداوت ہے
واہ رے تیری عقل کی خوبی کیا ہے عالم سے دوستی ڈوبی
یونہیں گر سب کی نہج ہو جاوے پھر تو ہر بات سہج ہو جاوے
کیوں کسو پر مرا کرے کوی کس لئے جی فدا کرے کوی
ساری دنیا میں کیا انند رہے کب کوی دل کسو میں بند رہے
واہ قسمت ترا تو دل یوں سخت اور مجکو ملا یہ دل کم بخت
کیا کہوں خیر بس تیرے دل کی یہ حقیقت ہے اب مرے دل کی
اب تو اسکا بھی کچھ نہیں چلتا مفت کب لگ رہے پڑا جلتا
غم گساری سے میری مرتا ہے دوستداری سے میری مرتا ہے
کیا کہوں کیا معاش کرتا ہے رات رو رو دن اپنے بھرتا ہے
کہیں ایسا تو اب خدا نکرے میں جیوں اور مرا دل آہ مرے
دل کو میرے سنبھال لیجئے اب جان بھی یا نکال لیجئے اب
ہاتھ سے اختیار جاتا ہے دل مرا میرے یار جاتا ہے
ہمرہ خود کسے نداشت مرا دل من ہم جدا گذاشت مرا

غزل

نہ لگا، لےگئے جہاں دل کو آہ لے جائیے کہاں دل کو
مجسے لے تو چلے ہو دیکھو پر توڑ یو مت کہیں میاں دل کو
آزما اور جس میں چاہے تو صبر میں کر نہ امتحاں دل کو

یوں توکیا بات ہے تری لیکن
وہ نہ نکلا جو تھا گمان دل کو

رکھہ نہ اب تو دریغ نیم نگہ
مار مت دیکھہ نیم جان دل کو

آہ کیا کیجے یہاں بنایا ہے
دل گرفتہ ہی غنچہ ساں دل کو

مرگیا ' پس گیا نہ کی پر آہ
آفریں ایسے بے زبان دل کو

دشمنی تو ہی اس سے کرتا ہے
دوست رکھتا ہے یکجہاں دل کو

مہربانی تو کی نہ ظاہر میں
رکھئے بارے تو مہرباں دل کو

آزمانا کہیں نہ سختی سے
دیکھیو میرے ناتوان دل کو

تو بھی جی میں اسے جگہ دیجو
منزلت تھی اثر کے ہاں دل کو

غزل

بے کسی میں اثر یگانا ہے
دل بھی اس کا نہیں یگانا ہے

غرض آئینہ داری دل سے
تیرا جلوہ تجھے دکھانا ہے

تیرے در پر بسان نقش قدم
نقش اپنا ہمیں بیٹھانا ہے

نام عنقا نشان تیرے کا
جوں نگیں دل میں آشیانا ہے

گلے ملنا نہ گو کہ ہاتھ لگے
لیک منظور دل ملانا ہے

دوست دشمن سبھی ہوے ہیں برے
کیا برائی کا اب زمانہ ہے

دل گم گشتہ کو میں ڈھونڈوں کہاں
نہ کہیں ٹھور نے ٹھکانا ہے

ہر طرف توڑ جوڑ کرتے ہو
دلبری ایک کارخانہ ہے

ہے دوانا بکار خود ہشیار
یہ نہ سمجھو اثر دوانا ہے

غزل

نیست معلوم من دلے دارم
در بغل یا کہ بسملے دارم

اے عجب چوں تو قاتلے دارم
باز تا حال مشکلے دارم

حاصل من کدام غم کہ نبود
ہمہ تحصیل حاصلے دارم

پارہ پارہ نمودہ سینہ و جیب
ایں قدر دست قابلے دارم

سخن حق بگویم از شلوی یک تمنائے باطلے دارم
دشمنی در برم نشستہ اثر
من گماں بردہ ام دلے دارم

کیا کہوں اپنے دل کی نادانی | نہیں کھینچے ہے کچھہ پشیمانی
آپ سا ہر کسو کو جانے ہے | خوبیاں اوس کی دل سے مانے ہے
نیک سمجھے نہ اپنا بد سمجھے | لاکھہ سمجھاؤ پر یہ کد سمجھے
جس میں اپنا بھلا ہووہ نہ کرے | جان جوکہوں ہر جسمیں اوس پہ مرے
بت نا آشنا کو یار گنے | ایسے * دشمن کو دوستدار گنے
وہ جو رہتا ہے اس سے بیگانہ | اوس کی پیچھو پھرے ہے دیوانہ
جو کہ اوسکی کبھو نہ چاہ کرے | سانھہ اوس کے ہي یہ نباہ کرے
دیکھے اوس کے ستم نہ جور و جفا | کرے اپنی طرف سے مہرو وفا
جس کے ملنے سے فایدہ نہ حصول | مفت جی دیوے در تلاش وصول
وصل نیں پہلے مار خاک کیا | ھجر نیں یوں تبھی ھلاک کیا
گر نہ ھوتیں وصال کی راتیں | ھوتیں کب روز ھجر کی باتیں
وصل کا ھی یہ سب ستانا ھے | ھجر اوس کا بھی شاخسانا ھے
بھول جاتا ھے ساری خو بو کو | یاد رکھے نہ اوس کی بد خو کو
پھر اوسی کا وصال خواھش ھے | یہ ھی نالش ھے یہ ھی کاھش ھے
نہ فقط ھجر یار مشکل ھے | بلکہ ملنا ھزار مشکل ھے
واہ اس پر زہے شعور، وقوف | کہ رھے ھے ملاپ پر مصروف
کیا کروں دل مرا ھے دیوانہ | اب تک اونئیں اوسے نہیں جانا
اس کے ملنے کی آرزو میں ھے | رات دن اس کی جستجو میں ھے

غزل

وصل با ایں روش کہ او دارد | وائے بر دل کہ آرزو دارد
جستجو گرچہ تا باو نرسد | دل دیوانہ جستجو دارد
مہر ھم میکند بطور جفا | آن ستمگار طرفہ خو دارد

* (ن) دل سے

کار افتادہ با چنیں بیباک حق تعالیٰ بہ آبرو دارد
دل صد پارہ ام ببیں چو کتاب در خموشی چہ گفتگو دارد
تا خبر یابد او ز درد اثر
کاش آئینہ روبرو دارد

حسن اپنا اوسے نظر آوے وہ بھی تو عشق کا مزا پاوے
ہو گرفتار اپنی صورت کا خود پرستار اپنی صورت کا
لیک اس ماہرو کی زیبائی نہیں وابستۂ خود آرائی
کیونکے مشغول ہو بخود کہ غرور کھینچتا ہے اوسے تو آپ سے دور
نہیں اپنا ہی وہ تو قدر شناس اور کی قدر کیسی، کیسا پاس
جبکہ اپنی اوسے نہ ہووے خبر کب مہرے حال پر کرے ہے نظر
پہلے وہ آپ خود شناس تو ہو آئینہ لے کے دیکھے مکھڑے کو
پوچھے حالت کچھہ اپنے عاشق کی حیرت اوس دوستدار صادق کی
سامہنے جس کے یہ جمال رہے خیر روشن ہے جیسا حال رہے
مہرے حضرت نیں یہ جو فرمایا دیکھئے اوس کے بھی نظر آیا

غزل مد ظلہ

آدمی سوے خود نمی بیند ہیچ کس روئے خود نمی بیند
تند خویم ز خویش بے خبر است چین ابروئے خود نمی بیند
من بکویش خراب و گاہے او طرف کوئے خود نمی بیند
دل ازو دست بر نمی دارد زور بازوئے خود نمی بیند
می کشیدش بسوئے خویش ولے
درد قابوئے خود نمی بیند

تو بھی سن رکھہ ذرا یہ بات مری لگ رہی ہے ہمیشہ گھات مری
در گزر اب تلک نکرتا اثر کیا کرے یوں ہی تھی قضا و قدر
اب بھی درپے ہے وقت وقابو کے گون بنے تو بلا ہے کب چوکے
فرصت وقت اگر یہ پاوے گا کچھہ تماشا تجھے دیکھاوے گا
تک خبر دار رہیو تو اوس سے ذرا ہشیار رہیو تو اوس سے

دیکھہ رکھہ تو حریف کو اپنے — شوخ طبع ظریف کو اپنے
نہیں آتی اسے دغا بازی — بے خبر کرلے دست اندازی
میں نیں کردی ہے اب خبر تجکو — مل نہ جاوے کہیں اثر تجکو
تو خبر دار گو کہ ہووے گا — دیکھیو آپ ہی جو کہ ہووے گا
سب دنوں کا قصور نکلے گا — کیسا تیرا غرور نکلے گا
اوس کے ہاتھہ اب کے بار آ تو سہی — پھر سلامت تو بچ کے جا تو سہی
خیر وہ تو جو ہوگی سو ہوگی — اب تو مرتا ہے عشق کا روگی
دن جدائی کے اب بسر تو کرے — ہاتھہ لگنے تلک ترے نہ مرے

غزل

ایں قدر گو چنان معاش کنم — تا کجا بے تو بود و باش کنم
گر بگوئی برائے فرحت دل — رازہائے نگفتہ فاش کنم
حاصل از دل شود سراغ او — جائے دیگر چرا تلاش کنم
پرسش حال تا کجا نکنی — من بے صبر صبر کاش کنم
گر نہ بینی بسوے آئینہ ام — حکم فرما کہ پاش پاش کنم

نرسد دست چونکہ بر دل اثر
سینہ ناحق چرا خراش کنم

غزل

زیں تغافل بسے فغاں داریم — یک دو زخمے دگر کہ جاں داریم
ما چگوئیم حال خویش چو شمع — بے زبانیم گو زباں داریم
شور طغیانیء سرشک و آہ — از زمیں تا بآسماں داریم
صبر ما باب آزمودن نیست — دل سزا وار امتحاں داریم

چون جرس تا اثر دریں راہیم
ما ہمیں نالہ و فغاں داریم

بیان قلق و اضطرار و بودن عاشق از زیست بیزار و شدت حالت انتظار و فایدہ نہ کردن ہیچ کار و فریب خوردن از وعدہ ہائے یار و یاد دہیٔ قول و قرار

دن کہاں چین، رات خواب کہاں — بن ترے آئے دل کو تاب کہاں
دل نپٹ بے قرار رہتا ہے — رات دن انتظار رہتا ہے
بے قراری نیں دل کو مارا ہے — صبر کا مجکو اب نہ یارا ہے
ناحق اب انتظار کرتا ہوں — بن اجل آئے مفت مرتا ہوں
راہ تکتا ہوں رات دن میں تری — حلقۂ درہوئیں ہیں آنکھیں مری
نہیں آتی ہے انتظار سے نیند — اوڑ گئی ہے خیال یار سے نیند
لگی رہتی ہیں آنکھیں در کی طرف — کان ہیں گے لگے خبر کی طرف
جس گھڑی جو کوی کہ آوے ہے — دھوکا دے کر مجھے ستاوے ہے
کیا کہوں مجکو ہر صدائے پا — لئے جاتی ہے ہر گھڑی از جا
منتظر تیرا بسکہ رہتا ہوں — "کون ہے" ہر صدا پہ کہتا ہوں
کوی آوے میں جانوں تو آیا — جذب دل کھینچ کر تجھے لایا
کوی ہو، لے اوتھوں میں تیرا نام — "آبھی ظالم" ہوا ہے تکیہ کلام
جو کوی آوے راہ تکنے لگوں — شوق کے حرف منہ سے بکنے لگوں
اب بھی کافر تو کیوں کے آیا ہے — قہر تو نیں مجھے ستایا ہے
ہاتھہ سے اپنے بات جاتی ہے — کہیں آ چک کہ رات جاتی ہے
اور جو جو کہ میں کہا ہوگا — ہے غضب اوس نیں گر سنا ہوگا
جبکہ پہچانتا ہوں کر کے غور — تو نہیں یہ تو شخص ہے کوی اور
خیر لا حول پڑھنے لگتا ہون — اپنے سودے میں بڑھنے* لگتا ہون
پھر تو میں کس سے بات کرتا ہوں — اپنی حالت میں آپہی مرتا ہوں
بات کا گر کبھو جو ہوش رہا — تو تو کچھہ معذرت میں اوس سے کہا
میں نیں صاحب تمہیں نہ جانا تھا — یوں تمہیں کہتا کیا دیوانا تھا

---

* (ن) بڑھنے - شاید بڑانے کے معنوں میں ہو —

چه توقع که من نداشته ام
تخم حسرت بسینه کاشته ام

آرزو ها بدل نهفته بماند
گل امید ناشگفته بماند

لیک اے بیوفا تو همچو کسی
بعد از مرگ هم بسر نرسی

بے تو برما گذشت آنچه گذشت
آه تنها گذشت آنچه گذشت

ایکه نالم ز بیوفائی تو
ساخت بیکس مرا جدائی تو

من بے کس کجا روم چه کنم
سنگ بر سر که سر بسنگ زنم

خلف قول و قرار سوخت مرا
آتش انتظار سوخت مرا

تا براه تو چشم دوخته ام
اشک ریزاں چو شمع سوخته ام

اشک برق و شرار هست دلم
چه قدر بیقرار هست دلم

طپش قلب را چه چارا کنم
بشکنم سر که سینه پارا کنم

نیست در آه و ناله ام اثرے
که دلت را نمی شود خبرے

بیوفا صلح نیست گر آهنگ
بجفا و ستم بیا و بجنگ

ایکه خوگر شدی به تنهائی
رفتم از خود چرا نمی آئی

هیچ از دست من نمی آید
عقدهٔ خاطرم که بکشاید

هرچه باشد صلاح و مصلحتے
نکند هیچ سود و منفعتے

نه کوی سوجهتی هے اب تدبیر
نه کسو چیز میں رهی تاثیر

فایده کچهه نه انتظار کرے
کچهه نه تاثیر اضطرار کرے

کام آوے نه کچهه طپش دل کی
کچهه نه کهینچے تجهے کشش دل کی

کچهه نه اس سے هوئی خبر تجکو
اور اُلٹے هوا ضرر مجکو

میرے حضرت نے راست فرمایا
اپنے بهی دیکهنے میں آب آیا

که مد ظله

کچهه کشش نیں تیرے اثر نه کیا
تجکو اے انتظار دیکهه لیا

کچهه نه جذب وکشش کئے سے هو
کچهه نه خون وجگر پیئے سے هو

کچهه نه صبر و قرار کام کرے
کچهه نه اب اضطرار کام کرے

کام نے التجا کئے سے هو
مدعا نے دعا کئے سے هو

سب غلط هے که سحر و جادو هے
ایک جادو گر اب مگر تو هے

تجھ پہ کچھ میں نہ کارگر دیکھا
جو کہا جس نوں سو وو کر دیکھا

تو نکے سارے کر کے ہار چکا
جوتیاں بھی زمیں پہ مار چکا

کبھو کہتا ہوں یا قوی قادر
بت پے سہر کو تو کر حاضر

کچھ بھی تدبیر بن نہیں آتی
بات مرنے سوا نہیں بھاتی

ایک تو ہجر یار نیں مارا
دوسرے انتظار نیں مارا

کب تلک یوں ہی بار بار مروں
جی میں ہے اب تو آپ مار مروں

غزل

منفعل تیغ یار کے ہاتھوں
مر گئے انتظار کے ہاتھوں

جان سے ہم تو ہاتھ دھو بیٹھے
اس دل بے قرار کے ہاتھوں

شعلہ ساں ایک دم قرار نہیں
دل کے اب اضطرار کے ہاتھوں

روبرو دیکھنا محال ہوا
دیدۂ اشکبار کے ہاتھوں

کام اپنا اثر تمام ہوا
اس دل نابکار کے ہاتھوں

باتیں میں کچھ نہ یہ بناتا ہوں
مختصر حال دل سناتا ہوں

پر ستم ہے کہ تو نہیں سنتا
حال میرا کبھو نہیں سنتا

ہوں میں بے اختیار کہنے میں
جی نکلتا ہے چپکے رہنے میں

یوں ہی کہتا ہوں ناحق آپ ہی آپ
بیٹھ سکتا نہیں ہوں میں چپ چاپ

درد دل تو کہاں نکلتا ہے
پر بھلا کچھ تو جی بہلتا ہے

تجھ سے احوال کچھ تو عرض کروں
کب تلک دل کو گھونٹ گھونٹ مروں

تو بھی سن یہ جو قال میرا ہے
کس قدر حسب حال میرا ہے

غزل

تیرے آنے کا احتمال رہا
مرتے مرتے یہی خیال رہا

غم تیرا دل سے کوئی نکلے ہے
آہ ہر چند میں نکال رہا

ہجر کے ہاتھوں سب ہی روتے گئے
یہاں ہمیشہ کسے وصال رہا

شمع ساں جلتے بلتے کاٹی ہے
جب تلک سر رہا وبال رہا

مل گئے خاک میں ہی طفل سرشک
میں تو آنکھوں میں گرچہ پال رہا

اسقدر بھی نہیں ھوں میں گستاخ — نہیں مجکو کسو سے ٹھٹھہ مزاخ
اس گھڑی تھا خیال کدھر اور — میں تمہاری طرف نہ کی تھی غور
صاحبو تم مجھے معاف کرو — میں نیں جانا نہ تھا تم آئے ھو
قصہ کوتہ ھزارھا حرکات — ھوتے رھتے ھیں ایسے ھی دن رات
خیر کیا کیا کہوں میں رسوائی — تیرے ملنے کی اب سزا پائی
لیک دل اب بھی باز آتا نہیں — خطرۂ فاسد اس سے جاتا نہیں
پھر وھی انتظار رھتا ہے — سخت دل بے قرار رھتا ہے
جب تلک تو ادھر نہ آوے گا — کس طرح انتظار جاوے گا

غزل

تیرے وعدوں کا اعتبار کسے — گو کہ ھو، تاب انتظار کسے
تو بغل سے گیا تھا دل بھی گیا — اور لے بیٹھوں در کنار کسے
تیرے وعدونکو میں سمجھتا ھوں — دھوکا دیتا ھے میرے یار کسے
میں تو کیا اور بھی سوائے صبا — تیرے کوچہ تلک گذار کسے
دل تو ڈوبا اب اور دیکھیں ڈوباے — یہ میری چشم اشکبار کسے
ایک نظر دید ھی ھے مفت نظر — اتنی فرصت بھی اے شرار کسے
دیکھتا ھی نہیں وہ مست ناز — اور دیکھلاؤں حال زار کسے

خوب دیکھے اثر نے قول و قرار
اب ترے قول پر قرار کسے

غزل

وھاں نہ وہ قول نے قرار رھا — یہاں وھی اب تک انتظار رھا
پھرکے دیکھا نہ اسطرف اون نیں — آہ ھر چند میں پکار رھا
نرھی گو کہ خاک بھی اپنی — تیری خاطر میں پر غبار رھا
ساری مجلس میں تیری اے ساقی — ایک اپنے تئیں خمار رھا
حق تیری تیغ کا ادا نہوا — اپنی گردن پہ سر یہ بار رھا

توں نہ آیا ولے اثر کے تئیں
مرتے مرتے بھی انتظار رھا

کب تلک کوی انتظار کرے جھوتھے وعدوں کو اعتبار کرے
بس مجھے انتظار نیں مارا تیرے قول و قرار نیں مارا
دمبدم جو که آن جاتی هے اپنی ساتھه اوس کے جان جاتی هے
اب نه جیتا هوں میں نه مرتا هوں وقت کا انتظار کرتا هوں
دلم از انتظار بیزار است زندگی تلخ و مرگ دشوار است
آه و زاری نمیکند خبرے نیست در ناله و فغاں اثرے
کام نکلے نه بیقراری سے فایده هو نه آه و زاری سے
دل میں اوس کے اثر نه آه کرے کچھه نه تاثیر دل کی چاه کرے

غزل

اثر از آه و ناله سر کردن نتواں در دلش اثر کردن
یک نفس گر قرار گیرد دل میتواں زندگی بسر کردن
بر دل من گذشت آنچه گذشت نیست حاصل ترا خبر کردن
هیچ کافر روا نمی دارد دل کس تنگ ایں قدر کردن
نیست آساں بغیر ناله و آه چاک در سینه و جگر کردن
دیده ام کاروبار عشق بسے پر ضرور است ازیں حذر کردن
وقت عمر ایں طرف نمی گذری آه تا چند در گذر کردن
یک دو حرف اگر زمن شنوی میتواں قصه مختصر کردن

نیست چنداں ضرور لیک اندک
بایدت خاطر اثر کردن

اندکے رحم باید اے دلدار مردم اکنوں بحسرت و دیدار
دل من بے قرار می باشد روز و شب انتظار می باشد
سخت دشوار بر من افتاده است زیستن بے تو بگردن افتاده است
عمر در انتظار آخر شد بر امید تو کار آخر شد
خوب شد انتظار کشت مرا سخت امیدوار کشت مرا
ورنه باصد هزار افسوسم یاس میکشت آه مایوسم
بسکه در انتظار من مردم همره خو امیدها بردم

سمجھئے، اس قدر نہ کیجے غرور　　　کوئی بھی حسن لازوال رہا
تیرے در سے کوئی میں ٹلتا ہوں　　　مجکو ہر چند تو تو ٹال رہا
دل نہ سنبھلا اگرچہ میں تو اوسے　　　اپنی مقدور تک سنبھال رہا
پھر نہ کہنا اثر نہ کچھہ سنتا
کوئی دن گر یونہیں جو حال رہا

غزل

داشت در وعدہ و وعید مرا　　　عاقبت جاں بلب رسید مرا
بسکہ آئینہ دار توحیدم　　　دید خود را کسیکہ دید مرا
نرود تاکہ جان ز تن نرود　　　ہست بیماریء شدید مرا
من چساں میفروختم خود را　　　گر نہ لطف تو میخرید مرا
ہمچو سایہ زپا فتادہ گیم　　　چہ قدر دور تر کشید مرا
گرچہ از دوستی است شکوہ اثر
می نماید ز تو بعید مرا

میں تو ہر چند کچھہ نہیں کہتا　　　دل بے صبر پر نہیں رہتا
یہی شکوا ہے بس یہی ہے گلا　　　نہ ملا مجھہ سے آہ تو نہ ملا
گر نہ ملنا ہی تجھکو ہے منظور　　　کس لئے کیجے وعدہ ہاے زور
جھوٹ بولنے سے کیا بھلا حاصل　　　کہدے سچ ہاں نہیں ہے ملنے کو دل
کیا مناسب ہے فتنہ پردازی　　　شورش انگیزی و دغا بازی
کوئی دیکھا نہ تجھہ سا وعدہ خلاف　　　بت ناحق شناس نا انصاف
لگے رکھا یوں ہی مدام مجھے　　　روز بتلائے صبح و شام مجھے
کہہ دیا وعدہ ٹالنے کو میرے　　　اور غم دل میں پالنے کو میرے
تا مبادا کہ پاس آجاوے　　　نا امیدی میں چین جی پاوے
جو کیا تو نیں خیر خوب کیا　　　ایک جی تھا ہزار طور لیا
پر مرا دل بھی کیا دوانا ہے　　　تیرا کہنا جو اون نیں مانا ہے
کیا کہوں کیا غضب یہ کرتا ہے　　　ایسے وعدوں پہ مفت مرتا ہے
تپہ قیامت کوئی تو آویگا　　　روز فردا یو نہیں بتاویگا

یہ نہ تیری ہی فیلسوفی ہے — کچھہ تو اپنی بھی بیوقوفی ہے

غزل

اضطراب تک فریب کھاتا ہے — ترے وعدوں کو مان جاتا ہے
دل کڑا کر کے تجھسے کچھہ تو کہوں — جی میں سو بار یہ ہی آتا ہے
خوش گذرتی نہیں ہے کوئی آن — اشتیاق اب نپٹ ستاتا ہے
دل کو وعدے سے کل نہیں ہوتی — روز تو آج کل بتاتا ہے
بت کافر کی بے مروتیاں — یہ ہمیں سب خدا دکھاتا ہے
دل میرا تو نیں ہی چرایا ہے — نہیں یوں نظریں کیوں چراتا ہے
میں بھی ناصح اوسے سمجھتا ہوں — گو برا ہے پہ مجکو بھاتا ہے
تیرے در پر میں کب کب آتا ہوں — دل مجھے بار بار لاتا ہے
نالہ و آہ کو میری سن کر — کہتے ہو یہاں کسے ستاتا ہے
روز و شب کسطرح بسر میں کروں — غم تیرا اب تو جی ہی کھاتا ہے
دل نا قدر داں یہ گوہر اشک — مفت یونہیں خاک میں ملاتا ہے
جی ہی جاتا ہے دم بدم میرا — تجکو باور نہیں یہ آتا ہے

قطعہ

شمع رو دل یہ مثل پروانہ — ناحق اپنے تئیں جلاتا ہے
تیری ان شعلہ خوئیوں کے حضور — بے طرح تجھہ پہ جی جلاتا ہے
کیا کروں آہ میں اثر کا علاج
اس گھڑی اوسکا جی ہی جاتا ہے

ہاتھہ سے جبکہ بات جاتی ہے — سو بناؤ نہیں بن آتی ہے
مجھسے بیمار کا علاج نہیں — رو باصلاح اب مزاج نہیں
خاک میں میں مریض مل ہی گیا — جی رہیگا کہاں سے دل ہی گیا
میں تو مہمان ہوں کوئی دم کا — کیجئے فکر میرے ماتم کا
بیطرح ہو رہا ہوں پا بر کاب — زندگانی کو دے چکا ہوں جواب
کچھہ ہی باقی ہے مجھہ میں تابکی بات — مثل شبنم رہوں تو رات کی رات
اب تلک دم کا یہ جو کھٹکا ہے — جی تصور میں اوس کے اٹکا ہے

خیر اب اور کچھه نہیں تدبیر ‎ ‎ ‎ ھے یہ تجویز گر نہو تا خیر
جوکوئی ھوے خیر خواہ رفیق ‎ ‎ ‎ رحم کھاوے وو مہربان شفیق
اتنی اوس تک خبر رسید کرے ‎ ‎ ‎ مجکو احسان سے خرید کرے
دیوے میرا نہ کچھه پیام و سلام ‎ ‎ ‎ کرے اس قطعہ پڑھی قطع کلام

قطعہ مد ظلہ

گر دل غم گسار میں گذرے ‎ ‎ ‎ خاطر دوستدار میں گذرے
یہی پیغام درد کا کہنا ‎ ‎ ‎ گر کوئی کوئے یار میں گذرے
کون سی رات آن ملئے گا
دن بہت انتظار میں گذرے

اب گذرتی نہیں کوئی پل بھی ‎ ‎ ‎ بس قیامت ھے وعدۂ کل بھی
یوں جو رکھتا ھے تو مجھے مہجور ‎ ‎ ‎ مارنا ھی مرا ھے کیا منظور
کہیں حد بھی ھے بے وفائی کی ‎ ‎ ‎ کچھه نہایت بھی ھے جدائی کی
عہد و پیماں ھوئے تھے کیا کیا کچھه ‎ ‎ ‎ اور وعدے کئے تھے کیا کیا کچھه
اثر آثار اب نہیں اوس کا ‎ ‎ ‎ ذکر تکرار اب نہیں اوس کا
گئے کیدھر وو تیرے قول و قرار ‎ ‎ ‎ اب یہ کیا تو کرے ھے میرے یار
اگر ایدھر تجھے نہ آنا تھا ‎ ‎ ‎ جھوٹ سچ وعدہ کیا بنانا تھا
کون پوچھے یہ کس کو یارا ھے ‎ ‎ ‎ کیا جدائی تجھے گوارا ھے
کون کہتا ھے مجھکو چاھو تم ‎ ‎ ‎ بات اپنی تو پر نبا ھو تم
عہد کا بھی نہ اعتبار رہا ‎ ‎ ‎ قول کا بھی نہ کچھه قرار رہا
پیارے حضرت کا میرے فرمانا ‎ ‎ ‎ تونیں بھی صدق دل سے کچھه جانا

غزل مد ظلہ

عہد را اعتبار می باید ‎ ‎ ‎ قول را ھم قرار می باید
سست پیمانی و ھمی گوئی ‎ ‎ ‎ دوستی استوار مے باید
ساقیا نشاء نیست منظورم ‎ ‎ ‎ رفع رنج خمار می باید
بہر کارے کہ اوفتادہ مرا ‎ ‎ ‎ آدم کردہ کار می باید
پرسد از من چه بایدت ھر کس ‎ ‎ ‎ بکہ گویم کہ یار می باید
گو کہ گردد زبان صد جانہا ‎ ‎ ‎ ھرزمانت شکار می باید

پھر کردار نا ملائم ما — لطف آموزگار می باید
شمع ساں پھر جان سوختہ‌ام — دیدہ اشکبار می باید
درد در کوچہ ہاچہ می نالی
نالہ در کوہسار می باید

تیرے نالے کا دیوے کون جواب — سامہنے اس کے آوے کس کی تاب
جس طرف کو یہ جاکے زور کرے — کوہ بایں شکوہ شور کرے
جبکہ اودھر سے پھر پلٹتا ہے — آسمان و زمین الٹتا ہے
ہے اسی کا اثر کے دل میں اثر — ٹکڑے ٹکڑے ہوا تمام جگر
ہمدم و ہمنفس ہے نالہ و آہ — اور اسی جنس کے ہیں سب ہمراہ
سینہ چاکی ہے آہ و زاری ہے — جانکنی ہے نفس شماری ہے
طپش دل ہے سب میں شاہنشاہ — بیقراری و قلق فوج و سپاہ
روز افزوں ہے عشق کی دولت — عز و اقبال شوکت و صولت
قسمت و جاہ و رعب و شان و شکوہ — غم الم فکر درد دکھہ اندوہ
نقد داغ جگر خزانہ و گنج — جنس حسرت بلا مصیبت و رنج
اشک خونیں و آہ و نالۂ زار — رونق بزم و گرمیٔ بازار
لیک بااین ہمہ نموداری — آہ تا چند نالہ و زاری
کیا کہوں اب تو دل بتنگ آیا — میرے حضرت نیں سچ یہ فرمایا

غزل مد ظلہ

تابکے نالہ ہا و زاریہا - — آہ از دست بیقراریہا
من و بیطاقتی و بے تابی — تو و تمکین و بردباریہا
نقش پایت نکرد رنجہ قدم — خاک بر فرق خاکساریہا
آشنایم بصحبت یاراں — دیدہ ام کاروبار یاریہا
دوستی کردم و ندانستم — دشمنی بود دوستداریہا
شام بے تو بخون ہمی غلطم — صبح دارم نفس شماریہا
نالہ‌ام ہیچ اثر نکرد ترا — رفت برباد آہ و زاریہا
طبع زاد مرا کمیت قلم — ہردم آموخت نے سواریہا

درد چون کرد یاد درحق ما
سر بلندی است خاکساریہا

بیان خواهش و درخواست ملاقات و مواصلت و نالش
آزمایش و امتحان بجدائی و مفارقت

یہاں جدائی سے جی ہی جاتا ہے
تجکو باور نہیں یہ آتا ہے

شیشۂ دل مرا تو توت گیا
آبلہ سا یہ پس کے پھوت گیا

اپنا دل میرا دل بھڑاتے ہو
سنگ کو شیشہ سے لڑاتے ہو

آپ کا قصد میں نیں جانا ہے
تا دم زیست آزمانا ہے

اب جدائی کی مجکو تاب نہیں
دل مرا امتحاں کا یاب نہیں

ہجر میں طاقت و شکیبائی
مجسے بے صبر نیں کہاں پائی

میں جداتجسے رہ سکوں سو نہیں
ہجر کے صدمے سہ سکوں سو نہیں

موذیوں کی طرح نہ مار مجھے
یوں جھلا کر درانتظار مجھے

تجکو میری طرف سے میری جان
جیتے جی تک نہیں ہے اطمینان

آزمایش نہ کچھہ جدائی ہے
کیا سمجھہ میں تیرے یہ آئی ہے

اس قدر لائے خیال کے بیچ
کیجئے امتحاں وصال کے بیچ

ہو کہاں تک ادہر تو آؤ تم
منہ تو اپنا مجھے دکھاؤ تم

چور ہے یا کوئی کچھہ اور ہے تو
یوں جو پوشیدہ کر رہا ہے رو

جان تک امتحان کر لیجئے
دل کا سب ارمان کر لیجئے

ہووے منظور جو کہ جور و ستم
کیجئے اب آن کر یہ کرم

جاں تلک بھی نہیں ہے تجسے دریغ
آئیے کھینچکر لگائیے تیغ

سر یہ حاضر ہے کیجے بسم اللہ
آن کر قتل کیجے بسم اللہ

امتحان غائبانہ خوب نہیں
نت نیا ایک بہانہ خوب نہیں

شمع رو یوں تو ہم غریبوں کی
تجہ سے کیا پیش رفت چلتی ہے

پر بھلا اتنا دیکھئے تو سہی
بات تقریب پر نکلتی ہے

شمع پروانہ کو جلاتی ہے
ساتھہ پر اوس کے آپ جلتی ہے

جیتے جی تک بحسرت وافسوس
سر کو دھنتی ہے ہاتھہ ملتی ہے

اب تیرا سامنے میں یہ آتا ہے
نام سے میرے منہ تھتھاتا ہے

اس کے آگے نہ تھے تیرے یہ طور
تو جدا رہ کے ہوگیا کچھ اور

میرا مذکور جن نیں تجھسے کیا
تو نیں منہ اوس طرف سے پھیر لیا

جب سنا خون دل وو پیتا ہے
کہتے ہو مجھ بغیر جیتا ہے

واہ رے دشمنی و سنگدلی
دوستی ساری خاک میں ہے ملی

سخت جاں ہوں یہ جان رکھہ نمروں
دید وا دید جب تلک نہ کروں

روبرو لیتے جی تو ڈرتا ہے
یوں دغا بازیاں جو کرتا ہے

خیر بہتر بھلا ہوا معلوم
سر چکوں گا میں ایک دن مظلوم

آزمایش یونہیں جو کیجئے گا
جی سوا فکر سے ہی لیجئے گا

پر بھلا مجکو یہ بتا قاتل
قتل سے میرے تجکو کیا حاصل

دل یہ ثابت ہے سب تری خوبی
ہے یہ از قسم ناز محبوبی

غزل

کام کیا تجکو آزمانے سے
قتل کرنا ہے ہر بہانے سے

حال اپنا ہزار دیکھلایا
باز آیا نہ تو ستانے سے

جی میں اپنے جو ہے سو ہے پیارے
فایدہ کیا تجھے جتانے سے

خوب آزاد کردیا مجھہ کو
غم نہیں تیرے غم زمانے سے

چاہنا عقل و ہوش کی باتیں
نہیں معقول مجھہ دیوانے سے

جی ہی جاتا رہا پہ توں نہ پھرا
باز آئے ہم ایسے آنے سے

کوئی اِس کو سند نہیں رکھتا
کچھہ بھی حاصل ہے جی جلانے سے

دیکھئے آہ اوس کی خاطر جمع
کب اثر ہوگی آزمانے سے

غزل

روز اُٹھہ کر نیا بہانہ ہے
کام میرا غرض بہانہ ہے

راہ تکتے ہی تکتے ہم تو چلے
آئیے بھی کہیں جو آنا ہے

نہ ملوں جب تلک کہ تو نہ ملے
اب یہی قصد جی میں ٹھانا ہے

کبھو میرا بھی کہنا مانئے گا
جو کہا تونیں میں نیں مانا ہے

وعدے کر انتظار میں رکھنا نت نئی طرح کا ستانا ہے
دل گیا جی بھی اب تھکانے لگا تس پہ بھی باقی آزمانا ہے
تیری عیاریوں کی باتیں اثر
سب سمجھتا ہے گو دیوانا ہے

غزل

کبھو منہ بھی مجھے دکھائیے گا یا یونہیں دل مرا دکھائیے گا
اگر ایسا ہی اب ستائیے گا خیر جیتا مجھے نہ پائیے گا
دل ہر ایک سے لڑاتے پھرتے ہو آنکھ تو ہم سے بھی لڑائیے گا
جی میں ہے کچھ ارادۂ فاسد تک سمجھ کے ادھر کو آئیے گا
دل تو اودھر سے اٹھ نہیں سکتا ہاتھ اب کس طرح اوٹھائیے گا
میں تو دونوں طرح سے حاضر ہوں جو سمجھ ہو عمل میں لائیے گا
آئیے گا غریب خانہ میں یا مجھے اپنے ہاں بلائیے گا
اثر اتنا میں التماس کروں ہر کسو کی دغا نہ کھائیے گا
عشق سے منع میں نہیں کرتا آپ جی میں برا نہ لائیے گا
منہ تو اوس خوبرو کا دیکھا تم لیک خو بو بھی آزمائیے گا
جاں تک دو جسے کہ چاہو تم
دل کو تک دیکھ کر لگائیے گا

قصہ کوتاہ سنئے مطلب کی اپنی مشتاق جان بر لب کی
دھوکے دھوکے میں کاٹے پہلے دن نہ کٹی اب تو کوی دم تجھ بن
بیوفائی کو اپنی چھوڑو تم ان دنوں مجسے منہ نموڑو تم
کون کہتا ہے امتحاں نہ کرو دل نہ دیکھو کہ قصد جاں نہ کرو
امتحاں لاکھ مو بمو کیجے پر جو کچھ کیجے روبرو کیجے
آزمایش بتوں سے دور نہیں پر جدا بیٹھنا ضرور نہیں
بیوفائی اسے نہیں لازم کچھ جدائی اسے نہیں لازم
لاکھ صورت ہے آزمانے کی نہیں مانع یہ یہاں کے آنے کی
سخت ناچار ہوکے کہتا ہوں جیسے بیزار ہو کے کہتا ہوں

دل کو ٹک اب تو مہربان کرو — بس زیادہ نہ امتحان کرو
آزمایش سے اب تو باز آؤ — کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھتاؤ
ٹک تو ڈر اس قدر خدا کو نہ بھول — درد مندوں کی بھی دعا ہے قبول
اس بلا میں پڑا ہوں میں جب سے — مانگتا ہوں یہی دعا رب سے

غزل

بس ہو یا رب یہ امتحان کہیں — یا نکل جاے اب یہ جان کہیں
حال دل کچھہ تو میں سناؤں تجھے — ٹ یوے یاری اگر زبان کہیں
تجھہ سوا جانتا نہیں ہوں کچھہ — تو بھی اس بات کو تو جان کہیں
کیا کہوں اپنی میں پریشانی — دل کہیں، میں کہیں، دھیان کہیں
مثل عنقا یہ تیرے گم شدگان — نام کو ہیں، نہیں نشان کہیں
حسن ایسا ہے تو رہو نہ رہو — کوئی جاتی ہے تیری آن کہیں
تیری کیا کیا میں باتیں مانی ہیں — تو بھی ایک بات میری مان کہیں

تھامتا ہوں اثر میں آہوں کو
جل نجاوے یہ آسمان کہیں

بیان نہفتن این مصیبت و حتی المقدور نگفتن حقیقت و طعن و تشنیع از راہ دوستی و محبت

دم بخود ہوں اگرچہ مرتا ہوں — تا بمقدور ضبط کرتا ہوں
نہیں کہتا ہوں کچھہ کسو کے حضور — حال میرا ہے اب تلک مستور
جان بلب ہوں میں زیست سے بیزار — شکوہ گو پر نہیں لب اظہار
گو کہ باندھے گرہ ہوا و ہوس — ہے بسان حباب ضبط نفس
دل میں تیرا سخن میں پالا ہے — منہ سے باہر نہیں نکالا ہے
تیری باتیں جفا کی میں نہیں کہیں — کبھو اپنی زبان سے نہ کہیں
نہیں کرتا ہوں میں کسو سے کلام — تجھکو بھیجوں نہ کچھہ پیام و سلام
آپڑی بات گو کہ جان تلک — پر نہ آئی میری زبان تلک
خلق ہے سبکو دیکھہ پر سر شور — اپنی ذاتو میں چپ ہوں جوں لب گور
دل صد پارہ مو بمو ست زبان — نکشا یم ولے چو غنچہ دہان

هر زمان خون دل همی نوشم　　لیک خون خواریء تو می پوشم
همه چشم ترم بسان حباب　　نچکانم ز دیدهٔ قطرهٔ آب
سینه دارم تمام جوش و خروش　　مهر بر لب ولے نشستہ خموش
راز هائے دلی نهفته به است　　چه بگویم که آن نگفته بد است
گر چه هردم پئے تو می میرم　　نام تو پیش کس نمی گیرم
نه کسے همدم و نه همنفس است　　جز دل من کدام دسترس است
شمع سان جمله تن گداخته ام　　لیک حرفے بیان نساخته ام
نشد آگه کس از بیان من　　هیچ نشنید از زبان من
سوزم و سرمه گردم و ز گزند　　نکنم ناله و فغان چو سپند
از غلامان حضرت دردم　　گر بنالم ز درد نا مردم
گو بمیرم ولے نه آه کنم　　سخن درد را نگاه کنم
من که دم گاه بر نمی آرم　　بے شمار آه در جگر دارم
جو مصیبت که مجهه په آئی هے　　اپنی مقدور تک چهپائی هے
تنگ آیا هوں پر جدائی سے　　نهیں کهتا هوں کچهه برائی سے
ضبط پیارے کهاں تلک کیجے　　تو هی فرما جهاں تلک کیجے
جی گهٹتا دم نکل چلا رک کر　　تو بهی انصاف تو بهلا ٹک کر
آه و ناله کا آرمان رها　　اوس کی تاثیر کا گمان رها

غزل

دیکهئے تو سهی که کیا هوتا　　ایک ناله اثر کیا هوتا
چهوٹتی هے یه بد معاملگی　　پهلے دل کو تو لے لیا هوتا
اب توقع کسے بهلائی کی　　دل نهوتا تو کچهه بهلا هوتا
خواه بوسه هی خواه گالی هی　　کچهه تو دل کے عوض دیا هوتا
جانتا قدر کچهه هماری بهی　　تو بهی عاشق اگر هوا هوتا
بے وفائی په تیری جی هے فدا　　قهر هوتا جو با وفا هوتا
کچهه اثر کا علاج کرتے هم
رات کي رات گر جیا هوتا

غزل

کہیں ظاھر یہ تیری چاہ نکی — مرتے مرتے بھی ھم نہں آہ نکی
آہ مرگئے پہ نا توانی سے — ایک بھی آہ سر براہ نکی
تو نگہ کی نہ کی خدا جانے — ھم تو ڈر سے کبھو نگاہ نکی
سب کے جی میں یہ نالہ ھو گذرا — ایک تیرے ھی دل میں راہ نکی

وہ کسو اور سے کرے گا کیا
جن نہیں تجھسے اثر نباہ نکی

دل میں ایسے ھزار کہتا ھوں — سو برا تجکو یار کہتا ھوں
جو کہوں تجکو سو وو تھوڑا ھے — دل ترے ھاتھوں پکا پھوڑا ھے
بس برائی یہی جدائی ھے — ورنہ تجھ میں سبھی بھلائی ھے
یوں جدائی جو اب ستاتی ھے — جی میں سو طرح بات آتی ھے
اب اپنے پڑا جو مرتا ھوں — شکوہ بے اختیار کرتا ھوں
سب کے نزدیک میرے حق بطرف — نہ کہے کوی تیرے حق بطرف
یوں جو معشوق ھوتے ھوں تو خیر — نہ کرے یہ تو بیر کوی غیر
کوی دشمن یہ دشمنی نہ کرے — گبر کافر بھی کچھ خدا سے ڈرے
ٹک تو آ حال تا دیکھا کے کہوں — روبرو سو طرح دکھا کے کہوں
کچھ تو غیرت تو دل میں لاوے گا — حال پر میرے رحم کھاوے گا
رحم دل تجکو جانتے تھے ھم — خوبیاں تیری مانتے تھے ھم
سارے نکلے غلط ھمارے قیاس — نہ تجھے شرم چشم نے کچھ پاس
آہ سمجھے تھے اور نکلا اور — پیشتر تو تیرے نہ تھے یہ طور
یوں مبدل بھی ھوتی ھے خو بو — آگو کیا تھے تم اور اب کیا ھو
ٹک تو انصاف آپ ھی کیجے — اس طرح دوست کو دغا دیجے
کچھ تو ھم عقل و ھوش رکھتے تھے — کہنے کو چشم و گوش رکھتے تھے
ایسے بیہوش کیا دیوانے تھے — پر تیرے طور یہ نہ جانے تھے
سر بسر پر خلاف نکلا تو — پر کدورت ھی صاف نکلا تو
تجھسے یہ تو ھمیں خیال نہ تھا — جو ھوا سو تو احتمال نہ تھا

غزل

هم غلط احتمال رکهتے تهے — تجھسے کیا کیا خیال رکهتے تهے
نه سدا تونیں کیا کہیں ظالم — ورنه هم عرض حال رکهتے تهے
نه رها انتظار بهی اے یاس — هم امید وصال رکهتے تهے
جوهر آئینه نیں دکهلایا — ساده رو جو کمال رکهتے تهے
نه سدا تها کسو نے یه تو غرور — سبهی دلبر جمال رکهتے تهے
آه وے دن گئے که هم بهی اثر
دل کو اپنے سنبهال رکهتے تهے

میں تجهے، واه کیا تماشا هے — ذهن میں آشنا تراشا هے
هاتهه میں رکهیو تم سنبهالے هوے — دل تو میرا یه شیشه * باشا هے
توجو تولے هے مهرے من کی چاه — کچهه ترے هاں بهی توله ماشا هے
کیا کهوں تیری کاوش مژه نیں — کس طرح سے جگر خراشا هے
خیر گذری، اثر تو هے بے باک
اور وه شوخ بے تحاشا هے

غزل

بهولنا یوں بهلا یه یاد رهے — غم رها هم کو تم تو شاد رهے
واه غیروں سے اتحاد رهے — اور هم سے وهی عناد رهے
تجهسے سب شاد با مراد هوے — هم هی ناشاد نا مراد رهے
دلدهی سب کی، میری دلشکنی — بارے اتنا تو اعتماد رهے
آه بیدرد اتنی بے اثری
دوستی کچهه تو کم زیاد رهے

بیان شکر و شکایت وفا و جفا و اظهار گله و شکوه
از راه محبت و صفا

گئی کیدهر وو تیری مهر و وفا — اب جو هونے لگی یه جور و جفا
بات سنتا نهیں هے اب میری — کیا هوئی دوستی وو سب تیری

---

* یعنی شیشے جیسا نازک، جو ذرا سی ٹهیس میں ٹوٹ جاے —

میرے احوال پر نہیں ہے نگاہ — کچھ ہے تقصیر میری کچھ ہے گناہ
دوستی کے سوا کچھ اور گناہ — ہو تو مجکو بتاؤ بسم اللہ
بے گناہوں سے دل کو صاف کرو — نہیں تقصیر پر معاف کرو
ان دنوں ہے تیرا مزاج کچھ اور — کل جو تھا سو کچھ اور آج کچھ اور
کوئی دنیا میں دل دوانا تھا — تجھے واللہ یہ نہ جانا تھا
دل و دیں عقل و ہوش باختہ ام — بعد ازینہا ترا شناختہ ام
با وفا بودہ بیوفا شدۂ — تو چہا بودی و چہا شدۂ
یاد داری ہر آنچہ میکردی — دوستداری ہر آنچہ میکردی
داشتی پاس آشنا ئیہا — مینمودی چہ دلربا ئیہا
ہمگی قصد دل ربودن بود — نو بنو جلوہ ہا نمودن بود
جوشش ارتباط داشتۂ — گرمئی اختلاط داشتۂ
بود پیوستہ سوے من نظرے — جز خیالم نداشتی خبرے
گاہ خندہ گہے تبسم بود — گاہ ایما گہے تکلم بود
گاہ نگریستی بالفت و شوق — گاہ بگریستی بلذت و ذوق
نگہ التفات و گوشۂ چشم — بود گاہے بمہر و گاہ بخشم
ہر نفس سوئے من نگاہے بود — دم کشیدہ نسرد آہے بود
مینمودی ہزار دلسوزی — داشتی دست در جگر دوزی
اول اول چنان زمن گشتی — آخر آخر چنین زمن گشتی
از تو کے بود ایں گمان من — ہمچو افتی بقصد جان من
دل ربودی وعزم جاں داری — جان من دلبر دل آزاری
یاد ہست از کلام حضرت درد — بر محل حسب حال خود این فرد
دل باو دادم و ندانستم — کہ چنیں دلربائی دلسوزاست

غزل

دل دیا پر تجھے نجانا تھا — قسمت اوس کی میں آہ جانا تھا
تیغ ابرو و تیر مژگاں کا — دل ہی چورنگ تھا نشانا تھا
کبھو کرتے تھے مہربانی بھی — آہ وہ بھی کوئی زمانہ تھا

دل وجاں سب جلا کے خاک کیا　　واہ کیا خوب آزمانا تھا
تو نہ آیا ادھر کو ورنہ ہمیں　　حال اپنا تجھے دکھانا تھا
کیا بتاویں کہ اس چمن کے بیچ　　کہیں اپنا بھی آشیانا تھا
ہوشیاروں سے مل کے جانو گے
کہ اثر بھی کوئی دوانا تھا

غزل

اے بتاں الفتی ہی خدائی ہے　　با وفاؤں سے بے وفائی ہے
دشمنی بھی ہے جسکے آگو گرد　　یہاں وو کہنے کو آشنائی ہے
بات میری جو اب نہیں سنتا　　کچھ کسو نے مگر سنائی ہے
شرم تیری یہ سب کہے دے ہے　　جو مرے دل کی بات پائی ہے
غم ترا ملک دل کو لوٹ گیا　　کچھ نچھوڑا تری دہائی ہے
دل بدل لے رہے ہیں آپس میں　　اب تو بیفایدہ جدائی ہے
سیکھہ لیجے تک ایک دلداری　　دلربائی تو خوب آئی ہے
مجھسے آکر کبھو نہیں ملتا　　ایک تجھہ میں یہی برائی ہے
سادہ رووں سے کچھ نچھپا اثر
وہاں سبھی بات کی صفائی ہے
گرچہ تیری طرف سے نا انصاف　　ہے سبھی بات کا جواب صاف
پر میرے دل کی سادگی وصفا　　کرنے دیتی نہیں سوائے وفا
زندگی میری جان تجسے ہے　　خوشی اپنی ہر آن تجسے ہے
تجھہ سوا اور سے نہ کام مجھے　　نہ کسو سے دعا سلام مجھے
نہ کسو سے گلا نہ شکوا ہے　　اور سے مجکو کام بھی کیا ہے
دلبری میں کوئی بلا ہے تو　　جان لینے کو اب ملا ہے تو
میرے حق میں جو کچھ ہے بس تو ہے　　خواہ بدخو ہے خواہ خوش خو ہے
اور کیا کیا کہوں تو کیا کچھ ہے　　باغ و بستاں ہزار ہا کچھ ہے
یکجہاں دید و رونق مجلس　　چشم بددور دستۂ نرگس
رشک گلزار نو بہار توئی　　گل و غنچہ توئی و خار توئی

خواہ بیگانہ خواہ یار توئی — دشمن و دوست در شمار توئی
یار جانی و دشمن جانی — خانہ آباد و خانہ ویرانی
خوشی و شادی و نشاط دل — لذت و فرح انبساط دل
باعث فکر و حزن و رنج و الم — موجب حسرت و مصیبت و غم
آرزوئے دلی و خواہش جاں — دشمن نام و ننگ و کاہش جاں
دلبر و دل ربا و دل آزار — ہم دل آرام دلنشین دلدار

غزل

اے بت عشوہ گر چہا کہ نہ — یک مگر با من آشنا کہ نہ
در دل و دیدہ و خیال و خواب — ہمہ جا جائے تو کجا کہ نہ
یار و دلدار و آشنا و دوست — آں گماں کردہ ام ترا کہ نہ
مے و میخوار و چیزہا جمع است — ساقی اینجا تو ہم بیا کہ نہ
فتنہ و آفت و بلائے جاں
چہ بگوید اثر چہا کہ نہ

لاکھ دشمن کا ایک دشمن تو — د مبدم تو مرا پئے ہے لہو
میں برا بھی تجھی کو جانوں ہوں — اور بھلا بھی تجھی کو جانوں ہوں
توہی بیرحم توہی ظالم ہے — بےخبر تو ہے توہی عالم ہے
خوشی تجھسے ہے اور غم تجھسے — شکر و شکوا ہے د مبدم تجھسے
با وفا تو ہے بیوفا تو ہے — جو دہوں اس سے مدعا تو ہے
نفع تو ہے مرا ضرر تو ہے — خیر تو ہے ہزار شر تو ہے
گر بھلا ہے و گر برا تو ہے — دوست دشمن سبھی مرا تو ہے
یہ جو حضرت نے اب بیان کیا — کیا کہوں آہ میرے دل سے لیا

غزل مخطلہ

دشمن اینست و آشنا اینست — ہر چہ ہست از برائے ما اینست
شکوہ چندان زبیوفائی نیست — مدعی دشنہ مدعا این است
او دل آزار و دل گرفتار است — قصہ کوتاہ ماجرا اینست

درد پرہیز ناتوانی کن
مرض عشق را دوا اینست

ہے تو آساں یہ جو بات کہی — قصد اپنا بھی ہیگا روز یہی
پر خدا مجھسے بھی ندا لاوے — جی مضر چیز پر نچل جاوے
کیا کہوں آہ کہہ نہیں سکتا — بن ملے دل تو رہ نہیں سکتا
عمر ساری دہاں تلک پرہیز — جان کرتی ہے اب بریز بریز
نہیں بنتی ہے اپنی کچھ تدبیر — نہ کرے جب تلک مدد تقدیر
چھوٹی سی چیز ہی جو ہا تھہ پڑی — پھر تو چند ان نہیں ہے بات بڑی
اندکے صبر و اندکے دل سخت — گر بدست آیدم زطالع و بخت
پھر تو عالم کی بیٹھا دید کروں — رات شبرات روز عید کروں
آہ قسمت نیں کیا کہوں جو کیا — سخت بے صبر موم دل یہ دیا
سب یہ آفت پڑی ہے اس کے سبب — اور ناحق کہوں میں کس کے سبب
دل نیں ہی میرے مجکو مارا ہے — سب بکھیڑا اسی کا سارا ہے
میری خوبی نین سب زبونی کی — دشمنی دوستی نین دونی کی
کچھ برائی سے تو نہ تھا واقف — بے وفائی سے تو نہ تھا واقف
یو نہیں ہوتا تو کس طرح کٹتی — اب تلک کوئی اس طرح کٹتی
تیرے جو جو سلوک ہیں سارے — کچھ برائی سے یہ نہیں پیارے
دوستی نیں میری سکہائی جفا — ورنہ تجھمیں تو تھی بڑی ہی وفا
لطف پر اس کلام کے صدقے — اس کے قائل کے نام کے صدقے

غزل مدظلہ

اس کو سکھلائی یہ جفا تونیں — کیا کیا اے مری وفا تونیں
بے کسی کو عبث کیا بے کس — قتل کر مجکو کیا لیا تونیں
حال سن سن میرا لگا کہنے — میں سدا کچھ نہ کیا کہا تونیں
ہم نہ کہتے تھے ہو جو مت عاشق — پائی دل اپنی کچھ سزا تونیں
جی تو جی سے تیرے رہا ہے مل — منہ لیا موڑ کیا ہوا تونیں

درد کوئی بلا ھے شوخ مزاج
اس کو چھیڑا برا کیا تونیں

دیکھ تو کیا غزل یہ فرمائی — بات تیری سمجھ میں بھی آئی
تو بھی سن رکھ جو میں کہوں تجھسے — چھوڑ کرنا سمجھ کے تو مجھسے
ھوسکے گا کوئی تو عہدہ برآ — ھے یہ بندہ بھی شوخ طبع بلا
آڑے ھاتھوں کہیں نہ لیوے تجھے — بات سیدھی نہ کرنے دیوے تجھے
پھر تو شرماوے کمت کے پے دل ھو — آنکھ تجکو ملانی مشکل ھو
اب تلک سیں نہیں درگذر کی ھے — تیری باتوں پہ کب نظر کی ھے
ایسے نا آشنا کو کیا کہئے — سنگدل بیوفا کو کیا کہئے

غزل

بیوفا تجھسے کچھ گلا ھی نہیں — تو تو گویا کہ آشنا ھی نہیں
یہاں تغافل میں اپنا کام ھوا — تیرے نزدیک یہ جفا ھی نہیں
یا خدا پاس یا بتاں کے پاس — دل کبھو اپنے ھاں رھا ھی نہیں
تیرے کوچہ سے آہ جانے کو — دل نہیں یا کہ اپنے پا ھی نہیں
نالے بلبل نے گو ھزار کئے — ایک بھی گل نیں پرسدا ھی نہیں
کچھ نہ ھوتا اثر اثر اوس کو
پہلے گو نالہ تو کیا ھی نہیں

غزل

خوب دنیا میں خوش رھا ھوگا — جو کہ عاشق ترا ھوا ھوگا
ھوں دوانا سمجھ کا میں اس کے — جس نے دل کو تجھے دیا ھوگا
کب توقع تھی یہ کہ دل تیرا — ایسے مخلص سے یوں برا ھوگا
دل جو آیا نہ اب تلک شاید — کسی ظالم کے بس پڑا ھوگا
گر کے اتھانہ پھر میں قطرۂ اشک — کوی ایسا بھی کم گرا ھوگا
ھے زمانے کے ھاتھ سے تو بھید — کیونکہ غنچہ بھی یہاں کھلا ھوگا
اثر اول تو یہاں ھوا سو ھوا
دیکھیں آخر کو آہ کیا ھوگا

غزل

شدہ بیگانہ او ز یاریٔ ما — دشمن ماست دوستداریٔ ما
عشق او هیچ غم بدل نگذاشت — غم او کرد غمگساریٔ ما
قہر درویش و جان درویش است — کس چہ داند ز بیقراریٔ ما
غافل از یاد بیدلاں نشوی — دل ما هست یادگاریٔ ما
زیں فغاں ها مشو گراں خاطر — آہ ما نیست اختیاریٔ ما

نالۂ ما اثر نہ کرد اثر
آہ از دست آہ و زاریٔ ما

جب خفا ہو اُداس رہتا ہوں — بت کافر تجھے میں کہتا ہوں
اور بے رحم بیوفا خونخوار — نام تیرے یہ سب ہیں میرے یار
بسکہ تجھہ سے ہی کام رکھتا ہوں — سینکڑوں ایسے نام رکھتا ہوں
اس قدر جب سے تنگ آیا ہوں — دل میں تجسے بجنگ آیا ہوں
دفتر شکوہ جب سے کھولوں ہوں — نیک بد بخت سست بولوں ہوں
سن کے اس کو برا نہ مانیو تو — کچھہ برائی سے یہ نہ جانیو تو
گو کہ بیطرح نام لیتا ہوں — لیک دل سے دعائیں دیتا ہوں
تیرے ہاتھوں جو کچھہ گذرتا ہے — یا جو کچھہ تو برائی کرتا ہے
اس میں تیری نہیں ہے کچھہ تقصیر — حق نیں کی ہے یونہیں میری تقدیر

غزل

غم ہی دکھلاتی ہے سدا قسمت — واہ اپنی بنی ہے کیا قسمت
جس کی خاطر سبھی ہوے دشمن — نہ ہوا وہ بھی دوست یا قسمت
کیا کہوں اپنی بے نصیبی کی — دے کسو کو نہ یہ خدا قسمت
نہ رہا وصل دائمی تو نصیب — ہجر ہی دیکھیں تا کجا قسمت

یاوری کی نہ طالعوں نیں اثر
آزمائی ہے بارہا قسمت

غزل

جو سزا دیجے ہے بجا مجکو — تجسے کرنی نہ تھی وفا مجکو

سرد مہری نہیں تھری اے ظالم   آہ کتنا جلا دیا مجھکو
گر اسی میں خوشی تمہاری ھے   اور بھی کیجئے خفا مجھکو
کیوں تو برضد جفا ھی کرتا ھے   نہیں کچھہ دعوئ وفا مجھکو
غم میں بیٹھوں کہاں تئیں بت کے   اب اتھاوے کہیں خدا مجھکو
وھی میں ھوں اثر وھی دل ھے
اب خدا جانے کیا ھوا مجھکو

غزل

فرض کردم وفا نمی باید   لیک چندیں دغا نمی باید
منع جور ت نمی کنم لیکن   ایں قدر هم جفا نمی باید
در خورم آنچه می کنی لیکن   هرچه کردی ترا نمی باید
بت نا آشنا چنداں دارم   که دگر آشنا نمی باید
ساده رو سادهٔ زمهر و وفا   ایں چنیں هم صفا نمی باید
یا بیا یا ببر زتن جانم   زیست بے تو مرا نمی باید
زاهدا خلد بے جمال بتے   از برائے خدا نمی باید
نبود بے تو هیچ شے درکار   بانو سارا چها نمی باید
گریهٔ شوق رهبر است اثر
سیل را رهنما نمی باید

غزل

گر بقدر وفا جو از جفا است   هرچه با ما تواں نمود روا است
بت من بیخبر ز حال من است   آه بے عیب صرف ذات خدا است
بسر و چشم میرود چوں شمع   هرکه ثابت قدم براه فنا است
به نصیبش زجلوه حیرانی است   مثل آئنه در دلے که صفا است
قطرهٔ گم شده به بحر محیط   کس نشانش نمیدهد که کجا است
چوں شرر بهر اهل دید اثر
رم نمودن ز خویش رهنما است

بیان خوش نیا مدن ہیچ چیز بدوں یار و بودن اسباب خوشی و نشاط زیادہ تر موجب ایذا و آزار

کوی صحبت خوشی کی بھاتی نہیں
کوی بزم طرب خوش آتی نہیں

انبساط و خوشی کرے ہے داغ
گر ہمدموں بھی توجوں ہنسے ہے چراغ

جسم جتنا ہو عیش کا اسباب
دل کو اتنا کرے جلا کے کباب

گر یہ تقریب راگ ہوتا ہے
سینہ یک لخت آگ ہوتا ہے

راگ ہر ایک جدا ہیں گو بیشک
پر اثر میں ہیں اب سبھی دیپک

حضرت درد کی بقائے خیال
کیا کہوں کیا کرے ہے دل کا حال

تان ہر ایک جان لیتی ہے
پھر لذت دکھ کو دیتی ہے

بولو نگا لطف جان سے ہے جدا
ہے دل و جان ہر طرح سے فدا

خیر تقریب جو کہ ہوتی ہے
ہر طرح میری جان کھوتی ہے

جس قدر ہوے صحبت رنگین
اس قدر دل کو اب کرے غمگین

ہے تماشا کدھر کہاں کی سیر
خوشی ہوتی ہے کوئی تیرے بغیر

مارتی ہے ہوائے ابر و بہار
کچھ اُلٹ ہی گیا ہے لیل و نہار

جو کبھو آسماں پر ابر ہوا
دل پہ بے اختیار جبر ہوا

تیر باراں کرے ہے اب باراں
کاٹے کھاتی ہے صحبت یاراں

مینھہ جو برسات کا برستا ہے
دل ملاقات کو ترستا ہے

جس گھڑی مینھہ کی یہاں بندھے ہے جھڑی
تار باندھے ہے آنسوؤں کی لڑی

جب کہ یہاں ابر گھر کے جھکتا ہے
دل گھٹا آگے خوب رکتا ہے

اچھی لگتی نہیں ہے فصل بہار
لئے جاتی ہے دل سے صبر و قرار

کوئی موسم بھلا نہیں لگتا
دیوے ہر ایک رت جدا ایذا

خواہ گرمی ہے خواہ جاڑا ہے
دل کو ہر ایک نے اجاڑا ہے

روپ گرمی کا اور گرماوے
دل میں وحشت زیادہ ترلاوے

پھر میں گرمیوں کی دوپہریں
دل پہ کیا کیا گذرتی ہیں لہریں

کیا ہی جاڑے کی رت دکھاتی ہے
سرد مہری تری دکھاتی ہے

سخت دوبھر ھیں جاڑے کی راتیں
اور اس کی ھزارھا باتیں

رات تو ھے یہ دن بھی کیا کم ھے
سانس تھمتی ھے آن ھر دم ھے

اب نہ دن ھی کٹے نہ رات کٹے
کس طرح عرصۂ حیات کٹے

رات کاٹے کوی کہ دن کاٹے
بات بنتی نہیں ھے بن کاٹے

عمر یوں کاٹے کس کو بھاتا ھے
تس پہ دن رات کاٹے کھاتا ھے

ھے شب ماہ دل پہ یوں پیارے
جیسے گھوڑے کو چاندنی مارے

گر گذر سوئے باغ ھوتا ھے
سینہ جل بل کے داغ ھوتا ھے

گر نظر جا پڑے سوئے گلزار
داغ ھوتا ھے دل بہار عذار

آگ دل میں لگائے آتش گل
سانپ کی طرح کاٹے ھے سنبل

پھول لگتے ھیں جیسے انگارے
گرز آتش نہال ھیں سارے

راہ تکتی ھیں آنکھیں نرگس کی
کیا کہوں آہ اور کس کس کی

نہیں تک بریدہ یہ پیارے
مژۂ اشک بار ھیں سارے

یہ درختوں کے پات ھلتے ھیں
یا بافسوس ھاتھ ملتے ھیں

ھر طرف آبشار روے ھے
سر پٹک ڈاڑھیں مار روے ھے

مثل آئینہ دیکھہ کر کے حوض
غرق حیرت کھڑا ھے آب حوض

بلبلے اس میں آنکھہ کھولے ھیں
کہ رخ آب پر پھپھولے ھیں

نہیں نرگس پہ یہ پڑی شبنم
چشم پر آب ھیں سبھی از غم

سیر پھولوں سے یہ نتیجہ ھے
یعنی عاشق کا آج تیجہ ھے

نہیں سبزہ چمن میں خوابیدہ
تیرہ بختاں پڑے ھیں غلطیدہ

گل سبھی کرتے ھیں گریباں چاک
اور ان پر نسیم ڈالے ھے خاک

سوچ میں غنچہ ھیں گرفتہ دل
باغباں آپ ھی کو کھڑے ھیں خجل

کیا بلا اب کے ناگہاں آئی
موسم گل ھی میں خزاں آئی

پر خزاں بھی نہ ایسی ھوتی تھی
رونق باغ یوں نہ کھوتی تھی

سخت عبرت کدہ یہ باغ ھوا
تختۂ گل سے داغ داغ ھوا

دیکھہ کر یہ چمن کا آب و رنگ
اور خاطر گرفتہ ھو دل تنگ

غنچہ دیکھا جہاں چمن کے بیچ
جا رھے ھے دل اوس دھن کے بیچ

سرو پر جب نگاہ جاتی ھے
یاد میں قد کے آہ آتی ھے

کیا کہوں باغ کا جو عالم ہے — ہر شجر یہاں تو نخل ماتم ہے
صرف اس باغ پر ھی اب کیا ہے — ساری ماتم سرائے دنیا ہے
جس طرف کو نگاہ کرتا ہوں — نعرہ بھرتا ہوں آہ کرتا ہوں
عشق تیرے کا دل کو داغ لگا — دیکھہ تو بھی نیا یہہ باغ لگا
شورش حال میں جو پڑھتا ہوں — اپنے حضرت کے شعر پڑھتا ہوں

لہ مد ظلہ

بر رخ گل کجا نظر دارم — چشم بر گل رخ دگر دارم
درد سلطان بحر و بر گشتم
کہ لب خشک و چشم تر دارم
ہمچو طاوس اے تماشائی — ہمہ داغم ز دست پیدائی

لہ مد ظلہ

ہوس باغ سینہ خالی کرد — داغ از بس بروے یکدگراست
صبح روز فراق شام بود — اے شب وصل شام توسحراست
چشم تر خوں دگر ز دل مطلب — کزلب خشک نیز خشک تراست
امن بے امن در طریقت عشق — بیخطر کیست آنکہ باخطراست
زخم تیغت اگر بسر نرسید — تیغ زحمت برندۂ جگراست
خبر ایں وآں ز بیخبریست — با خبر آں کسے کہ بیخبراست
گلشن تا مرادیم بشگفت — یاس نخل امید را ثمراست
درد ازادی است و بے برگی
در تہ بار آنکہ بارور است

غزل لہ

گل و گلزار خوش نہیں آتا — باغ بے یار خوش نہیں آتا
کیا جفا کے سوا تجھے کچھہ اور — اے ستمگار خوش نہیں آتا
اے جنوں جیب میں تیرے ھاتھوں — ایک بھی تار خوش نہیں آتا
درد ہم کو یہہ رات دن دل کا
نالۂ زار خوش نہیں آتا

و له

بے زبان ہے بدہ زبان سوسن
اس چمن میں کسے مجال سخن

و له

نہیں میرے ناخن کسی کا باک
اب گریباں ہے ہاتھہ ہے اور چاک
ناخن و دست تیز و چالاک است
سینہ و جیب چاک در چاک است
گلے کے کپڑے کاٹے کھاتے ہیں
کہوں کے رکھوں نہیں یہ بھاتے ہیں
جی ہے کپڑے نہ اب بدلنے کو
گھر سے باہر نہ دل نکلنے کو
کیا کہوں گھر میں ہوں جو کچھہ دل تنگ
گھر تو گھر تن ہے جی کو قید فرنگ
جی کسو چیز کو نہیں لگتا
بات گو خوب ہو ' نہیں لگتا
اور چیز اب تو کیا نہیں بھاتی
زیست بھی اپنی خوش نہیں آتی

کیفیت دیدن چیز ہاے یادگار و حقیقت داشتن نشانیہائے دلدار و صورت دیگر یاد آور یہائے آں نگار

نظر آتی ہے جب تری کچھہ چیز
کیا کہوں کیسی ہوتی ہے وو عزیز
روبرو سو طرح سے دھرتا ہوں
نالہ کرتا ہوں آہ بھرتا ہوں
ہر گھڑی احتیاط ہوتی ہے
دل پہ کیا کیا نشاط ہوتی ہے
آنسوؤں میں کبھو کروں ہوں تر
بھینچتا ہوں کبھو اوسے در بر
دیکھہ کر اوس کو شاد ہوتا ہوں
گاہ ہنستا ہوں گاہ روتا ہوں
گر لگے ہاتھہ کوی تیری بست
پھر تو جاتا رہے ہے دل از دست
کچھہ نشانی تری جو پاتا ہوں
غیر سے کیا ہی کیا چھپاتا ہوں
نظر آوے کہیں جو تیرا بال
جی پہ ہوتا ہے اور ہی جنجال
دل الجھتا ہے پیچ و تاب کے بیچ
جا پھنسے ہے عجب عذاب کے بیچ
دیکھہ لوں گر کہیں تری پوشاک
جامۂ تن کروں جلا کے خاک
کچھہ نشانی جو پاس ہوتی ہے
اور میرے حواس کھوتی ہے
یاد گاری وو خاک کرتی ہے
مار مجھکو ہلاک کرتی ہے
کبھو کہتا ہوں ہے یہ بات زبون
اس کا رکھنا برا ہوا ہے نہ خون

پر اوسے دور کر نہیں سکتا
مارے خطرے کے دھر نہیں سکتا

جی میں ھے پاؤں گر کبھو تجکو
تب دکھا کر وو پھیر دوں تجکو

پر بلا نے کہیں نکال سکوں
نہ چھپا کر ھی اوس کو ڈال سکوں

کیا کہوں دل کی باولیں باتیں
یونہیں دن کٹتے ھیں یونہیں راتیں

آدمی گر ترا نظر آیا
تو تو پھر حرف جان پر آیا

کسو تقریب وو ادھر آوے
پر چہاں دور سے نظر آوے

دوڑ پڑتا ھوں اس کے لانے کو
راضی کرتا ھوں پھر بھی آنے کو

پر کہاں اب تو جانے دیتا ھوں
گرد اس کے ھو گھیر لیتا ھوں

تیری خاطر سے وہ بھلے محبوب
شکل مکروہ بھی لگے مرغوب

ھر گھڑی عجز ھے خوش آمد ھے
اور حسن سلوک بے حد ھے

ھوتی ھیں منتیں مداراتیں
پوچھی جاتی ھیں کیا ھی کیا باتیں

پھر سر رشتہ یہ چھوٹتا ھی نہیں
تار باتوں کا ٹوٹتا ھی نہیں

یہی چاھوں اگر ھزار سنوں
کہے پھر پھر میں بار بار سنوں

رک کے آخر وو تنگ آتا ھے
جتنا بتھلاوں اُٹھے جاتا ھے

سو ضرورت مجھے سداوے ھے
لاکھہ طرحوں کے ڈر دکھاوے ھے

ساری بیروئیاں اٹھاتا ھوں
دامن اوس کا پکڑ بتھاتا ھوں

لیکن اس پر مزا تو آگے ھے
پیچھا اپنا چھڑا کے بھاگے ھے

اور پیارے کبھو پس از مدت
بر سبیل تعجب و ندرت

گر کوئی تیرا بھیجا آتا ھے
خوشی سے تو تو جی ھی جاتا ھے

اس پہ لایا جو کچھہ پیام و سلام
ھو چکا پھر تو خیر کام تمام

بھیجی تونیں اگر کبھو کچھہ چیز
پھر تو جاتی رھے ھے عقل و تمیز

مثل نادیدہ سینت رکھتا ھوں
ھر گھڑی ذرہ ذرہ چکھتا ھوں

کیا ھی لگتی ھے جان و دل کو لذیذ
باندھے پھرتا ھوں جسطرح تعویذ

گر نہیں ھے وو چیز کھانے کی
ھے کسو کام میں لگانے کی

اوس کو سو سو طرح نچاتا ھوں
دھوم چاروں طرف مچاتا ھوں

ھاتھہ اتیر کے جون لگے تیتر
باندھے ھے باھر اوسے کہ اب بہیتر

مارے شادی کے پھول جاتا ھوں
سب ترے جور بھول جاتا ھوں

کتنے روزوں رہے ہے مشغولا — بارے رہتا ہے کچھ تو غم بھولا
کیا پر ان باتوں سے تو ہونا ہے — پھر وہی جھیکنا ہے رونا ہے
ماریں ہیں بلکہ اور یہ باتیں — غائبانہ کی سب مداراتیں

غزل

تیرے ہاتھوں سے میں ہلاک ہوا — مفت ہی مفت جل کے خاک ہوا
لے چکے دل تو قصد جاں ہے مگر — پھر شروع اب جو یہ تپاک ہوا
لگی رکھی نہ تو نہیں میری ساتھ — تیرے نزدیک قصہ پاک ہوا
حال سن کر تو مہرباں نہوا — بلکہ برہم ہو خشمناک ہوا

خوب اب تو جلوں کے ہاتھوں اثر
سینہ و جیب چاک چاک ہوا

لیک با ایں ہمہ جلون و خبط — سخت کرتا ہوں احتیاط و ضبط
کیجئے اس سے ہی تک ایک قیاس — کس قدر ہے ترا لحاظ و پاس
آدمی جو کہ ہیں تیرے گھر کے — یا کہ باشندہ ہیں وو اودھر کے
یا کسو طور کے ہیں واسطہ دار — کچھ ترے ساتھ رکھتے ہیں سروکار
پاس اون کا ہزار کرتا ہوں — دلدھی بے شمار کرتا ہوں
جب ملاقات اون کی ہوتی ہے — سو مدارات اون کی ہوتی ہے
آپ مدت بجان اوٹھاتا ہوں — بر سرو چشم اونھیں بیٹھاتا ہوں

بیان اشتیاق دیدار و تنہائیے صحبت یار و تیاری و مہمانداری آں نگار و ماجرائے حال مشتاق زار

خیر قصے سب اور جانے دے — بات مطلب کی اب سنانے دے
تو ملا کر کوئی ملے نہ ملے — سب یہ تیرے نہ ملنے کے ہیں گلے
مہربانی ادھر کو کیجئے گا — نقد جاں پیشکش ہے لیجئے گا
دیدۂ منتظر ہیں فرش راہ — پیشوا بھیجے ہیں میں نالہ و آہ
پاس اپنے ہے کیا جو دیویں تجھے — عوض جاں مگر کہ لیویں تجھے
گوہر اشک ہیں نثار کریں — لخت دل کے عقیق آگے دھریں
اشک الماس ہیں کہ موتی ہیں — اپنے ہاں یہ ہی چیزیں ہوتی ہیں

دانۂ اشک آب و دانا ہے　　یے ہی پیدا ہے یے ہی کھانا ہے
لوز بادام دل کی قاشیں ہیں　　دیدۂ تر گلاب پاشیں ہیں
بوئے انس و موانست خوشبو　　جس سے انساں کی تر دماغی ہو
ہیں گے بوس و کنار پان اور ہار　　دست برد وصال گیندوں کی مار
دل بریاں و جاں سپاری ہے　　یہی مجلس کے بن* سپاری ہے
چہل چرچا نیا مچانا ہے　　نالۂ عاشقاں ترانا ہے
کاسۂ چشم جل ترنگ ہے یہاں　　آہ و نالہ رباب و چنگ ہے یہاں
شعلۂ شوق شمع محفل ہے　　مشغل بزم گرمیء دل ہے
کیا کہوں اور گھر کی تیاری　　آب پاشی ہے گریہ و زاری
نہریں جاری ہیں آبشاریں ہیں　　اشک کے دولت اب بہاریں ہیں
دیکھہ کیا کیا یہ شعر فرماے　　بعض مطلب پہ مجکو یاد آے

مد ظلہ

ہمچو فوارہ آبرو داریم　　سیم و زر نیست در خزانۂ ما
آسماں گشتہ سائباں ایں جا　　بس بلند است سقف خانۂ ما

غزل

نقد جانے زر خزانۂ ما است　　طبع روشن چراغ خانۂ ما است
بلبل بوستان دوستیم　　گوشۂ خاطر آشیانۂ ما است
غیر زلف و رخ تو نہ نماید　　شب و روزے کہ در زمانۂ ما است
نغمہ سنج مقام عشاقیم　　نالۂ ما ہمہ ترانۂ ما است
بسکہ غواص بحر توحیدیم　　در یکتا دل یگانۂ ما است
از در ما تو آمدی شاید　　کہ سر ما بر آستانۂ ما است
ہر زماں خواب غفلت افزاید　　زندگانیء ما فسانۂ ما است
ہمچو تسبیح رشتۂ تقدیر　　جامع رزق دانہ دانۂ ما است
او بہر صورت است پردہ کشا
پیش ما درد ایں بہانۂ ما است

---

* قہوہ

آہ اپنی ہی ساری غفلت ہے — ورنہ ہر جا خدا کی قدرت ہے
چہرہ افروز ہے ظہور حق — منبسط ہر طرف ہے نور حق
گل رخوں میں بہار اوس کی ہے — سب پہبن مہرے یار اوس کی ہے
خوبرویوں میں اوس کی ہے خوبی — ورنہ پاے کہاں سے محبوبی
عشق میں ہے اوسی کا جوش وخروش — حسن میں ہے وہی تو جلوہ فروش
جلوہ سازی سب اوس جمال کی ہے — عشق بازی سب اوس کمال کی ہے
جلوہ گہ ہے اوسی کی جلوہ گری — عشوہ پرداز ہے وہی تو پری
سب یہ نقش ونگار ہے اوس کا — عالم آئینہ دار ہے اوس کا
جوکہ ہے اوس کا ظل ہستی ہے — اوس کے سایہ میں خلق بستی ہے
اوس سے معمور آسمان وزمین — اوس سے پر نور آسمان و زمین
جسم* وجان میں ظہور اوس کا ہے — روشنی بخش نور اوس کا ہے
شمع پروانۂ و گل و بلبل — اور جگ میں ہر ایک جز و کل
سب اوسی سے نمود میں آئے — دعوی ہست و بود میں آئے
جلوہ پردازیٔ خدائی ہے — ہر کسو میں وو آسمائی ہے
اوسی جلوے نے ہیں سب کو بھرمایا — آہ کیا خوب راست فرمایا

غزل لہ مد ظلہ

رنگ ہستی بہار جان وتن است — چمن آرائے باغ ما و من است
گل اگر پردہ میدرد ز رخش — غنچہ ہم راز گوئے آن دہن است
معنی حرف کن اگر فہمی — ہستی جملہ خلق یک سخن است
چون سحر غافل از خودی ورنہ — جامۂ ہستیت ہمان کفن است
یوسفے در نظر نمی آید — ہمہ را نور چشم پیرہن است
سوئے انسان بچشم عبرت بین — مرد وزن نیست آنکہ مرد وزن است
گل و گلزار دام اوہام است — ہر کجا بنگرند دلی چمن است
کار من نازک است از فرہاد — جانکنیہا نہ کار کوہکن است
دل چو یکسو شد بود خلوت — جمع جملہ حواس انجمن است

---

* (ن) چشم

از حدوث و قدم مپرس ایں جا ‌ نو شدن نیز عادت کہن است

صوفیاں در وطن سفر بکنند

درد اندر سفر مرا وطن است

شعر کیا ہیں یہ اور عالم ہے ‌ ان کی فہمید کا کوئی کم ہے
کون سمجھے ہے اس کلام کی بات ‌ کیجیے آپس کے ہی مقام کی بات
یار نا آشنا ستمگر کی ‌ بت ناحق شناس کافر کی
بیوفا دلربائے ناانصاف ‌ کاذب پر فریب وعدہ خلاف
جسکے آنے کا لگ رہا ہے خیال ‌ روز در پیش ہے یہی جنجال
گر ابھی وہ دو چار ہوجاوے ‌ پھر سر نو بہار ہوجاوے
کوچ کرجائے رخت باندہ خزاں ‌ ہوے سر سبز گلشن دل و جاں
ابھی وہ گلبدن جو مل جاوے ‌ غنچۂ دل خوشی سے کھل جاوے
جب وو رشک بہار آتا ہے ‌ پھر باغ و بہار آتا ہے

غزل

هر گہ آں گلعذار می آید ‌ همہ باغ و بہار می آید
رفتی و ایں طرف نمی آئی ‌ یاد تو بار بار می آید
هر گہ آں شوخ میرود از چشم ‌ گریہ بے اختیار می آید
شور دل را چہ آفتے رو داد ‌ نالہ زار و نزار می آید
اے دل هرزہ غیر بیکاری ‌ از تو هم هیچ کار می آید
دلم از دست رفتہ است و هنوز ‌ نالۂ دل فگار می آید
میکنی خلف وعدہ ها و دگر ‌ گفتہ ات اعتبار می آید
آمدن اختیار تست مرا ‌ همگی انتظار می آید
میزنم فال نیک و می گویم ‌ مژدہ ایدل کہ یار می آید

بار یکبار هم نیافت اثر

بردرت بار بار می آید

نہیں کچھ دور حق کی قدرت سے ‌ پاس بیٹھے کبھو تو فرصت سے
حال میرا میری زبانی سنئے ‌ تو کسو رات یہ کہانی سنئے

کھولوں قصے تمام مدت کے / ہجر کے سارے تعب و شدت کے

کتنے روز ون تلک بیان کروں / نت شروع اور داستان کروں

پچھلے دفتر ہزارہا کھولوں / خوب دل کھول کر ہنسوں بولوں

روز دہراؤں گذری باتوں کو / تجھکو پھر پھر جگاؤں راتوں کو

کبھو رو رو کروں بیان حال / کبھو ہنس ہنس کے سب کہوں احوال

چند مدت رہے یہی مذکور / بدلے ہر غم کے ہو خوشی و سرور

کہوں جو جو کہ یاد آوے مجھے / پر خدا اس طرف کو لاوے تجھے

اپنے حضرت کا شعر یاد آیا / کیا مرے حسب حال فرمایا

نشنیدی گہے فسانۂ ما
وائی بر حال بیکسانۂ ما

کچھ خدا سے تو یہ نہیں ہے دور / تو سنے اور کہوں میں تیرے حضور

یارسنیو تک ایک میرا حال / زندگی تجھ بغیر ہوی ہے وبال

مجھکو تیرا خیال رہتا ہے / سخت دل پر وبال رہتا ہے

روز و شب جس طرح گذرتی ہے / کیا کہوں کس طرح گذرتی ہے

بھوک دن کو نہ نیند رات کو ہے / بیٹھنے کو ہے دل نہ بات کو ہے

صبح سے شام تک نہ کچھ کہنا / ایک گوشے میں جا پڑے رہنا

رات جب ہوئی کہنے کو سونا / دل میں پر وہی جھینکنا رونا

دل کو یوں پیچ و تاب رہتا ہے / آگ پر جوں کباب رہتا ہے

دوستی جب کہ سانچ ہوتی ہے / یے طرح اس کی آنچ ہوتی ہے

سینہ و دل جلا ہی جاتا ہے / ہاتھ سے جی چلا ہی جاتا ہے

میرے صاحب کی یہ غزل ہے گی / دیکھنا کیا ہی بے بدل ہے گی

غزل لہ مدظلہ

آتش عشق جی جلاتی ہے / یہ بلا جان ہی پر آتی ہے

تو ہے اور سیر باغ ہے ہر وقت / داغ ہیں اور میری چھاتی ہے

شام بھی ہوچکی کہیں اب تو / آشنابی کہ رات جاتی ہے

کچھ مناسب نہیں ہے کیا کہئے / جی میں جو جو کچھ اپنے آتی ہے

ٹک خبر لے کہ ہر گھڑی ہمکو اب جدائی بہت ستاتی ہے
درد اس کو بھی دید کرلیجے
نو جوانی یہہ مفت جاتی ہے

جاچکے دن نشاط کے جو تھے زندگی کی بساط کے جو تھے
عمر بھر جو کبھو نہ دیکھا تھا دل میں اس کا نہ کچھ پریکھا تھا
کبھو گذرے نہ تھا گمان کے بیچ کچھ نہ تھا وھم فہم دھیان کے بیچ
تیری دولت رو مجھ پہ بیٹھے ہے یہ مصیبت اتھائیے تا کے
روز و شب خون دل ہی پیتا ہوں تھہراوس پر یہ ہے کہ جیتا ہوں
اس قدر اب تو گھٹ گیا ہے دل سب طرف سے ہی چھٹ گیا ہے دل
نرھا لطف زندگانی کا کچھ نہ پایا مزا جوانی کا

غزل

صرف غم گشت نو جوانیء ما ننگ مرگ است زندگانیء ما
تو کجا و رقیب تیز کجا دشمن ما است زندگانیء ما
سختی دل تراست گر چہ فزوں کم ازاں نیست سخت جانیء ما
بلبل ازدست گلرخاں فریاد یک دو نالہ ہم از زبانیء ما
نکلی باز قصد جان کسے دادۂ داد جانفشانیء ما
نشود وا دل ملول اثر رفت ہنگام شادمانیء ما
نالہ از سینہ تابلب نرسید
انیقدر ہست ناتوانیء ما

غزل

صرف غم ہم نیں نو جوانی کی واہ کیا خوب زندگانی کی
اپنی بیتی اگر میں تجھسے کہوں بات نبڑے نہ اس کہانی کی
تیرے داغوں کی اے غم الفت خوب ہم نے بھی باغبانی کی
جوں نگہ دل گیا ہے آنکھوں کی راہ گرچہ ہم نیں نگاہبانی کی
کس کے ہاں تم کرم نہیں کرتے کبھو ایدھر نہ مہربانی کی
اپنے نزدیک درد دل میں کہا تیرے نزدیک قصہ خوانی کی

هرزہ گوئی سے مجکو دی ہے نجات　　ہے گی ملت یہ بے زبانی کی
نہیں طاقت کہ دم نکال سکوں　　اب یہ نوبت ہے ناتوانی کی
اثر اس حال پر بھی جیتا ہے
کیا کہوں اس کی سخت جانی کی

بیان حالات ہجر و وصال بطریق اجمال و دعاے خیر در ہر حال

آہ وہ بھی تو ایک موسم تھا　　نہ ہمیں فکر تھا * نہ کچھ غم تھا
روز و شب بیخبر گذرتے تھے　　نہ کبھو کوی فکر کرتے تھے
جانتے بھی نہ تھے جفائے فلک　　مانتے بھی نہ تھے دغائے فلک
کہ یہ موذی بڑی ملامت ہے　　یہ جو الٹا تو پھر قیامت ہے
ایسے طالع الٹ ہی جاویں گے　　رات دن یوں پلٹ ہی جاویں گے
گرم و سرد زمانہ دیکھا نہ تھا　　کچھ کسو چیز کا پریکھا نہ تھا
رات دن بسکہ وصل باہم تھا　　عمر ساری خوشی کا ایک دم تھا
کب تھی بوس و کنار سے فرصت　　اور دیدار یار سے فرصت
جانتے بھی نہ تھے کہ غم کیا ہے　　بیوفائی جفا ستم کیا ہے
دن برائی کے کیسے ہوتے ہیں　　دکھ جدائی کے کیسے ہوتے ہیں
بیوفائی بھی یار کرتا ہے　　کچھ برائی بھی یار کرتا ہے
ہجر کی راتیں کیسی ہوتی ہیں　　روز بد باتیں کیسی ہوتی ہیں
کیسی ہوتی ہے دن کی بیتابی　　کیسی ہوتی ہے شب کی بیخوابی
کس طرح انتظار مارے ہے　　کس طرح اضطرار مارے ہے
کس طرح دل کا چین جاتا ہے　　کیونکہ رونا چلا ہی آتا ہے
کس طرح دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں　　لہو کے آنسوؤں بھی روتے ہیں
کس طرح دل اداس رہتا ہے　　کیوں کے جی بیحواس رہتا ہے
کس طرح انتظار ہوتا ہے　　کیوں کے دل بیقرار ہوتا ہے
کس طرح جی چلا ہی جاتا ہے　　کس طرح دل جلا ہی جاتا ہے

* (ن) تھے

کس طرح سینہ چاک ہوتا ہے | کیوں کے دل جل کے خاک ہوتا ہے
ہجر میں کوی کیونکہ رووے ہے | کچھ جدائی بھی چیز ہووے ہے
یاد ساری یہ تیری دولت تھی | کہ شب و روز تجھسے صحبت تھی
تو میسر تھا ہر گھڑی ہردم | صحبتیں کس طرح کی تھیں باہم
یاد آتی ہیں تیری سب باتیں | کیا ہوے دن وو کیا ہوئیں راتیں
ہیں تیری مہربانیاں مجھ پر | کی ہیں کیا حکمرانیاں مجھ پر
مجھسے بے قدر کی قدر دانی | تونیں جو جو کی میں نے سب مانیں
یہ وفا داریاں کسو میں ہیں | ایسے غم خواریاں کسو میں ہیں
آشنائی کے معنی یے ہیں گے | با وفائی کے معنی یے ہیں گے
رات دن تجھ پہ کس طرح نہ مروں | تجھ پہ کیوں کر نہ جان صدقے کروں
تو سلامت رہے صدا پیارے | تجھسے ہی زندگانی ہے بارے
کیا دعا دوں تجھے کہ کیا کیا ہو | دوست تیرے ہوں تو ہو دنیا ہو

یاد دہانیدن عہد و پیماں بآں دوست دلستاں و یاد آمدن بعض حرکات و سکنات آں سراپا ادا و ناز و کشف دیگر نہفتہ راز و نیاز

یاد ہیں جو کئے تھے قول و قرار | قسمیں کیا کھائیں تھیں ہزاروں بار
عہد و پیماں ہوے تھے آپس میں | دوستی کی ہوئی تھیں سب رسمیں
کہنا تیرا وو عہد کر باہم | تو نباہے گا، دیکھیں گے، یا ہم
کس قدر ارتباط کرتے تھے | گرمیء اختلاط کرتے تھے
ایک دم بھی جدا نہ ہوتے تھے | ساتھ کھاتے تھے ساتھ سوتے تھے
غیر کو وہاں کہاں گذارا تھا | اور کا ہونا کب گوارا تھا
ہر گھڑی کیسی کیسی قسمیں تھیں | دوستی کی ہزار رسمیں تھیں
عاشق اپنے تئیں کہاتے تھے | باتیں الفت کی جد سناتے تھے
کبھو روکر تو سچ جتاتا تھا | کبھو ہنس کر غلط بتاتا تھا

کبھو کہتا جوانا مرگ مروں — جیتے جی اپنے گھر میں تجھ سے پھروں
اپنے ایمان کی قسم کھا تا — یا میری جان کی قسم کھا تا
کبھو شاهد خدا کو کرتا تھا — سرپہ میرے تو هاتھہ دهرتا تھا
اور موا مدہہ کبھو دکھا تا تھا — اپنا حلوا کبھو کھلاتا تھا
کبھو کہتا مرا هی پیوے لہو — نہ بتاوے مجھے اگر سچ تو
مجھہ برابر تو پیار کرتا هے — میں تو جی دوں هوں تو بھی مرتا هے
یہی مجھ سے تو روز لڑتا تھا — اور هر دم یہی جھگڑتا تھا
هے محبت تری زیادہ مجھے — میری الفت نہیں هے اتنی تجھے
تھا همیشہ یہی گمان بد — اپنی رکھنا میری نرکھنا سند
خیر بس اپنی چاہ کے آگو — اور اپنی نباہ کے آگو
جانتا هی نہ تھا تو چاہ مری — مانتا هی نہ تھا نباہ مری
گر کسو کی کسو سے چاہ سنی — یاذراسی بھی کچھہ نباہ سنی
بہت کر اوس کو مجھ سے دهرانا — کہنا پھر کیا هے تجھ سے دهرانا
دیکھہ پریوں بھی چاہ کرتے هیں — ویسے بد سے نباہ کرتے هیں
اپنی قسمت هی کچھہ نرالی هے — دوستی یہ جو دل میں پالی هے
اس نیں تجھکو ذرا اثر نکیا — تیرے پیچھو میں اپنا جان دیا
دوستی کرنے کا مزا هے یہی — دل تجھے دینے کی سزا هے یہی
مجھکو الفت جتا نہیں آتی — دل کی حالت بتا نہیں آتی
میری الفت یہ تیرے بھاویں نہیں — دوستی تیری میرے بھاویں نہیں
خیر باتیں جو تھیں سو تھیں پیارے — کہوں قصے کہاں تلک سارے
ایسی باتیں هزار هوتی تھیں — کیا کہوں بیشمار هوتی تھیں
یاد مجھکو تو هیں وہ باتیں سب — یاد تجھکو بھی کچھہ رهی هیں اب
بات تیرے سوا خوش آتی نہیں — اور کچھہ بات دل کو بھاتی نہیں
پھر پھر اب تیری باتیں یاد کروں — باتوں هی باتوں دل کو شاد کروں
کیا کہوں تیری باتیں لاکھوں اب — جی میں تو نقش هورهی هیں سب
خوبیاں تیری جی میں بیٹھہ گئیں — سورچاسی یہ دل میں بیٹھہ گئیں
دل میں میرے بھرا خزانہ هے — جس کا نے تھور نے ٹھکانا هے

اب تو سن اور میں بیان کروں
پھر شروع اور داستان کروں

تیری وہ خوبی ء ادا و ناز
تیری وہ خوش ادائی و انداز

ہائے رے تیری گرمیاں وے وے
سختیاں اور نرمیاں وے وے

کبھو شوخی میں آکے گرمانا
کبھو غربت سے ڈر کے نرمانا

کھل کے باتوں میں بڑہ نکل چلنا
اُہلے گہلے دماغ سے ملنا

وہ تیرا ہنستے ہنستے رک جانا
منہ کو ہاتھوں سے ڈھانپ جھک جانا

یاد ہے گھور نا وو تیوری چڑھا
دیکھ رہ جانا پھر وو نظریں ملا

وہ رسیلے گھلے ملے تیور
آشنا وے ملے جلے تیور

مسکرا کر وو منہ پھرا لینا
پیس کردانت پھر دھرا لینا

کُھل کے باتوں میں تیرا گرمانا
رک کے پھر آپھی آپ شرمانا

دوستی دوستی میں لڑ پڑنا
سید ھی باتوں کے بیچ اڑ پڑنا

ہاتھ رکھنا وو گال پر تیرا
ناز کرنا وو چال پر تیرا

وہ تیرا بال کھول سلجھانا
موبمو دل انہوں میں الجھانا

بات کہنی وو توک توک تری
چلی جانی وو نوک چوک تری

تو کنا بازو سے سنبھل بیٹھو
کیوں کے بیٹھے ہو اپنے بھل بیٹھو

وہ تری چہرہ بازیاں ہردم
وہ ترے نتھنے پھڑکنا کم کم

وہ ترا بیحجاب مل جانا
وہ تیرا آپہی آپ شرمانا

بات کہتے خفیف ہوجانا
پھر بگڑ کر حریف ہو جانا

وہ تیری چلبلائیاں ہردم
وہ تیری اچپلائیاں ہردم

ملنے جلنے میں مفت لڑ پڑنا
بات ناحق اُلٹ کے اڑ پڑنا

بات نظروں سے دل کی پاجانا
نانہہ کرنے کو سر ہلا جانا

ہنس کے کہنا ترا مجھے پیارے
مرد اپنی غرض کے ہیں سارے

نکلے جانا تڑپہ کے ہاتھہ سے وون
تھر جانا کبھو وو جوں کے توں

بات ٹھہرا کے پھر مچل * جانا
عین اس وقت پر مچل جانا

باز آنا نہ زور کرنے سے
چپکے رہنا نہ شور کرنے سے

پہلے شیخی سے آ ورے ہونا
بھاگ کر پھر وہیں پرے ہونا

بوسہ دینے پر تو وعدے کر جانا
لیک وقت آے پر مکر جانا

وقت کے وقت وہ ڈرے جانا   دشمنوں کا ترے مرے جانا
وہ ترا دونوں ہاتھ کر کے اوٹ   میری رانوں پہ رکھہ بچھانا چوٹ
دامن ایدھر اُدھر سے لے آنا   ڈھانپتے ڈھانپتے میں کھل جانا
ملیو تک شعر میرے حضرت کے   کیا مطابق ہیں رنگ صحبت کے

غزل اه مد ظله

ہر گھڑی ڈھانپنا چھپانا ہے   اور غرض تونبو دکھانا ہے
وصل سے بھی تو سیری ہوتی نہیں   کہیں اس بات کا ٹھکانا ہے
دل لگا و و کہ یا گلے ہی لگو   داؤ ہی لگئے جو لگانا ہے
ترچھی نظروں ہی دیکھنا ہردم   یہی ایک بانکپن کا بانا ہے
یہی اپنے بھی گوں کی باتیں ہیں   آہی جانا جدھر کو آنا ہے
واہ رے یہ زبان کی تیزی   ہر طرف کچھہ نہ کچھہ سنانا ہے

دیکھیو کیجیو نہ بیدردی
درد کو بھی تو منہ دکھانا ہے

پھر تری ووہی باتیں یاد دلاوں   بات میں بات اور کچھہ نہ ملاؤں
ہتھا پائی سے ہانپتے جانا   کھلتے جانے میں ڈھانپتے جانا
ہاتھہ پاؤں کرخت کرلینا   پھر کبھو جی کو سخت کرلینا
وہ سراپا عرق ہونا   اور بے اختیار ہو رونا
سانس اوپر کو پھر اُچھل جانا   بے طرح تلملا کے ہل جانا
وہ ترا روٹھہ کر نہ کرنا بات   چھاتی پر مسکرا کے مارنا لات
دمبدم وہ ترا تھکے جانا   سمجھ کی بات میں چھکے جانا
پھیرنا وہ اِدھر اُدھر منہ کو   مسکرادینا دیکھہ کر منہ کو
وہ ترا منہ سے منہ بھڑا دینا   وہ ترا جیب کا لڑا دینا
وہ ترا پیار سے لپٹ جانا   اور دل کھول کے چمٹ جانا
وہیں گھبرا کے پھر جدا ہونا   ملتے جلتے میں رک خفا ہونا
وہ تیرا ریجھہ کا بچا جانا   لطف کے اپنی گوں بچا جانا

کہسے دیکھنا وہ تیری چتون کا — کہ سرا ہے گھاؤ دشمن کا
وہ تھلکنا دماغداری سے — پھر بلکنا وہ آہ و زاری سے
ہولے ہولے پکارنے لگنا — ڈھیلے ہاتھوں سے مارنے لگنا
منہ سے کچھ کچھ بڑے بکے جانا — چھوٹ جانے کے گوں تکے جانا
تھک کے کہنا خدا کے واسطے چھوڑ — نیند آئی ہے اب مجھے نہ جھنجھوڑ
منتیں سب تمام کرلینا — پانوں پڑنا سلام کرلینا
ڈر کے مارے وہ کانپنے لگنا — منہ کو ہاتھوں سے ڈھانپنے لگنا
وہ ترا وانشگاف ہو جانا — پھر وہ لڑ بھڑ کے صاف ہو جانا
مار پیچھو سنوار ہے سو بڑی — لڑنے بھڑنے میں پیار ہے سو بڑی
یاد ہے اپنی وہ بھلی صورت — خوب لگتی ملی دلی صورت
وہ ترا ڈھیلے چھوڑنا بے بس — وہ تیرا سست ہو کے کہنا بس

ذکر بعض کلمات و حرف و حکایات راز و نیاز

زبانی معشوقۂ خوش انداز سراپا ناز

کچھ تیرے دھیان میں وہ راتیں ہیں — یاد تجھکو بڑی اپنی باتیں ہیں
ناک میں بولنا وہ ماندے ہو — وہ غریبی سے کہنا دیکھو تو
بات باقی رہی نہیں اب تو — رات باقی رہی نہیں اب تو
کہیں تیری یہ بات نبڑیگی — یا یونہیں ساری رات نبڑیگی
مجھ میں باقی کچھ اب تو بات نہیں — صبح بھی ہوچکی ہے رات نہیں
کہیں اب تو خدا سے ڈر بس چھوڑ — ہاتھ اس سختی سے مرے نموڑ
چوڑیاں دیکھ میری پھوٹتیں ہیں — اور گہنے تمام ٹوٹتیں ہیں
اب یہ آفت کہاں کی ٹوٹ پڑی — سر سے پاؤں تلک جو لوٹ پڑی
دیکھ اب آگے مار بیٹھوں گی — یا کسو کو پکار بیٹھوں گی
آدمی کی جو ریخ نکلے گی — منہ سے کیونکر نہ چیخ نکلے گی
تیری خاطر سے بات کرتی ہوں — جان سے اپنے ورنہ مرتی ہوں
نہیں معلوم تو ہے کون بلا — یاد رکھنا یہ اپنی بات بھلا
کبھو پھر بھی تو کام ہووے گا — دیکھیو کون ساتھ سووے گا

واہ کیا خوب محرم تن ہے ‌ ‌ جان کا میری تو تو دشمن ہے
جی مرا دشمنی سے خیر لیا ‌ ‌ تونیں مجھسے کہاں کا بیر لیا
تیرے ملنے کی بس سزا ہے یہی ‌ ‌ دوستی کرنے کا مزا ہے یہی
مرد کی ذات بیوفا ہے گی ‌ ‌ ان کے ملنے میں سب دغا ہے گی
دیکھیں جینا کسو کا نے مرنا ‌ ‌ اُن کو اپنی ھوسی خوشی کرنا
تیرے پاؤں پڑوں ھوں جانے دے ‌ ‌ تک میرے دم میں دم تو آنے دے
ھائے اللہ اب تو جان چلی ‌ ‌ نہیں لگتی ہے کوی بات بھلی

اختصار نمودن سخنان کیفیت صحبت نازنین محبوب
و عذر تقصیر گستاخیہائے عالم خواب و خیال
از محبوب

قصہ کوتاہ تیری باتیں سب ‌ ‌ کہی جاتی ہیں کوی مجھسے اب
کومیں دھرائی تیری کچھہ کاچھہ بات ‌ ‌ کہی جاتی ہیں کوی وہ حرکات
کس طرح وے ادا و ناز کہوں ‌ ‌ اور کیا کیا نہفتہ راز کہوں
بات مںہ کی تیری تجھی سے بنے ‌ ‌ لیک کہنا تجھے مجھی سے بنے
اپنی باتیں تو آپ جانے ہے ‌ ‌ دل ترا اس کو خوب مانے ہے
جھوٹ اسمیں جو ہو بتا دیجو ‌ ‌ گر کہا ہو غلط جتا دیجو
پھر ترے مںہ سے تجکو سنواوں ‌ ‌ اب اکیلے اگر تجھے پاؤں
افترا ہے نہ تجہ پہ ہے بہتان ‌ ‌ ہو چکی بات کا برا مت مان
دیکھہ تو اب کہاں وو باتیں ہیں ‌ ‌ گئیں گذریں کدھر وو راتیں ہیں
بسکہ دنیا تمام خواب سی ہے ‌ ‌ جلوہ گر وھم میں سراب سی ہے
خواب غفلت میں سو گیا تھا میں ‌ ‌ سخت بیہوش ہو گیا تھا میں
وصل کا میں نیں خواب دیکھا تھا ‌ ‌ سو بایں آب و تاب دیکھا تھا
خواب تھا یا خیال میرا تھا ‌ ‌ جھوٹ سچ احتمال میرا تھا
روز ھجر انیں آ جتایا ہے ‌ ‌ خواب تھا وہ یہ اب سجھایا ہے
وہ شب وصل خواب تھی کہ خیال ‌ ‌ خوب اس کا کھلا نہیں احوال
باتیں کاچھہ کچھہ جو اسکی یاد وہیں ‌ ‌ تیرے آگو میں دوست جان کہیں

جی میں اپنے برا نمانیو تو
خواب کی بات سچ نجانیو تو

رات دن دل میں جسکے جو کہ بسے
وهی سپنے کے بیچ آ کے دسے

بخشیو دل سے جو هوئی تقصیر
کچهه بهلی سی هی دیجیو تعبیر

ٹک ادهر آ مجهے جتا جانا
اس کی تعبیر کچهه بتا جانا

تیری باتیں جو یاد آتی هیں
جی کو میرے لئے هی جاتی هیں

گذری باتوں کو اب تو چهیڑ نهیں
قصة العشق کو نبیڑ نهیں

تیری باتوں کو تو نهیں هے تمام
آه کیونکر کروں میں ختم کلام

شوق نیں تیرے یه بکایا هے
منه په جوجوکچهه اب یه آیا هے

خواب تهی یا کوی کهانی تهی
بات کیا جانے کیا دوانی تهی

مجکو اسمیں معاف رکهیئے گا
جی کو ایدهر سے صاف رکهیئے گا

ظاهرا تونیں اتنا هی سن کر
سخت بگڑا نپٹ هی جل بهن کر

یوں کہے هے تو آ جلال کے بیچ
مجکو حاضر سمجهه خیال کے بیچ

" مقوله معشوقۂ سراپا حجاب بعتاب و خطاب "

یاد رکهنا بهلا تو میرے حریف
جیسا تونیں کیا هے مجکو خفیف

خوب تونے مجهے خراب کیا
دل جلا کر مرا کباب کیا

شرم سے مجکو پانی پانی کیا
بیحیائی میں اپنا ثانی کیا

سر سے پاووں تلک میں آب هوئی
سب کی نظروں میں کیا خراب هوئی

نه رهی آبرو میری اب تو
هوئی حاصل خوشی تیری اب تو

تو سهی بدله اس کا میں بهی لوں
تو بهی جانے که میں بهی کوی هوں

نه رهوں پهر میں تیرے ساتهه کبهو
دیکهیو اب نه آؤں هاتهه کبهو

پهر تیرے ساتهه اب نه بولوں میں
بات دل کی کبهو نه کهولوں میں

میری باتوں کے طعنے دیتا هے
مجکو خفت تو یعنے دیتا هے

یاد رکهنا یه اپنی باتیں سب
مجهسے ملنا تو اسطرح پهر اب

هے تیری موت بس یهی تهوڑی
آج سے میں وو بات سب چهوڑی

اب تو هاں هاں کبهو نه بات کروں
تجسے صحبت نه دن نه رات کروں

بات آپس میں جوکه هوتی هے
کیسی هی اچهی گو که هوتی هے

پر اوسے ذکر بیچ لاتے نہیں
دوست دشمن کو وہ سناتے نہیں

نہ کہ پوشیدہ حرف راز ونیاز
کہیے یوں عالم آشکار آواز

اتے پیچے بکھا نئے اوسکے
اور رگ ریشے چھانیئے اوس کے

ایک تو آپ تھا خدائی خراب
کیا مجکو باشنائی خراب

میرے احوال کی یہ رسوائی
تو نیں کہہ کے سبھی کو سنوائی

شوق نامہ تیرا جلا دوں میں
پھاڑ کر خاک میں ملادوں میں

دل میرا جسے ان نیں چاک کیا
جی جلا کر تمام خاک کیا

تن بدن سب پڑا دہکتا ہے
شعلہ سر تا بپا لہکتا ہے

سارے سینہ میں آگ بھڑکے ہے
کیا کہوں کیسی چھاتی دھڑکے ہے

میری خو بو کا تو نیں ڈر نہ کیا
اس طرح جو کیا مجھے رسوا

تجکو میرا مزاج یاد نہیں
کل تو تھا یاد آج یاد نہیں

خیر بہتر بھلا نہ یاد رہے
دل تیرا اس گھڑی تو شاد رہے

نت پر اس شادی کی نباہ کرے
میری آیندہ پھر نچاہ کرے

یہ نہیں دم میں کڑ کڑا نے لگے
پانوں پڑ پڑ مجھے اڑا نے* لگے

جی پہ رکھوں سو و وہی کر گذروں
آڑوں جس بات پر تو مر گزروں

یاد رکھہ بس یہ سو کی ایک کہی
بات اب مجکو تجسے کچھہ نرہی

سینہ جل بل کے سب ہوا ہے داغ
نہیں بک بک کا اب زیادہ دماغ

مجکو باتیں بنا نہیں آتیں
ہر کسو کو سنا نہیں آتیں

جی میں آتی ہے سو طرح سے لہر
بس میرا صبر اور خدا کا قہر

مقولہ عاشق بیتاب در جواب معشوق پر عتاب وسخنان حریفانہ ظریفانہ

میرے کہنے کا کچھہ برا مت مان
دوستی کو تو دشمنی مت جان

حیف تو بھی اگر برا مانے
میرا کہنا برائی سے جانے

نہیں کہتا ہوں کچھہ برائی سے
بات نکلی ہے آشنائی سے

تو نیں اُلٹا اسے خیال کیا
کچھہ برائی کا احتمال کیا

---

* ستانے

واہ میں اور برائی تیری کہوں
آہ میں اور برائی تیری کہوں

خیر میں اور تجھے خراب کروں
یا جلا کر تجھے کباب کروں

واہ کیدھر تیرا گیا ہے خیال
تجکو وو کہونگا ہے یہ میری مجال

میں جو کرتا ہوں صاف مدح صریح
تو سمجھتا ہے اوس کو ہجو ملیح

نیک ہوکر تو بد خیال کرے
الٹے برعکس احتمال کرے

میں تیرا ذکر خیر کرتا ہوں
یا کہ مذکور غیر کرتا ہوں

ہوں ثنا خواں تیری بھلائی کا
نہیں خواہاں میں کچھ برائی کا

ہے یہ مذکور ناز محبوبی
سر بسر خوشنمائی و خوبی

کچھ برائی تیری نہیں اس میں
دیکھ تو ہیں یہ خوبیاں کس میں

نہ ہمیں عشوہ و ادا دارد
دلبری کار و بارہا دارد

ہیں جو کچھ خوبیاں خدائی کی
دلبری اور دلربائی کی

جمع تجھ میں ہوی ہیں آکر سب
پر میرے ساتھ بھی ملا کر اب

صرف صورت پہ دل نہیں میں دیا
تیری ان باتوں نیں ہے چھین لیا

اور تو سب طرح بھلا ہے تو
کیا کہوں میں غرض بلا ہے تو

ایک تجھ میں یہی برائی ہے
کہ گوارا تجھے جدائی ہے

ہیلنگی ساری برائیاں اس کی
دیکھ تقصیر ہے بھلا کس کی

جب کہ تو میرے پاس رہتا تھا
کب کسو سے میں بات کہتا تھا

اب اکیلے میرا رکے ہے دم
حرف نکلے ہے منہ سے بیش و کم

اپنی مقدور تک نہیں کہتا
اور بھی دور تک نہیں کہتا

پھر دل بیقرار ہوتا ہے
سخت بے اختیار ہوتا ہے

مجھ میں تمکین و بردباری کہاں
صبر و تسکین و راز داری کہاں

دل میں میرے بھرا ہے جوش و خروش
رہنے دیتا نہیں مجھے خاموش

کچھ برائی سے میں نہیں کہتا
دل بے صبر چپ نہیں رہتا

ذکر تیرا ہزار طور کروں
یہ کہاں ہوش ہے جو غور کروں

حرف گیروں سے احتراز رہے
نکتہ چینوں سے خفیہ راز رہے

ہوں دوانا خراب سودائی
عقل و عیاری میں کہاں پائی

شوق میں بسکہ تیرے رہتا ہوں
جی میں جو آتی ہے سو کہتا ہوں

بات میں ہر طرح سے نامقدور — لا ملانا سمجھے تیرا مذکور
دمبدم ہر سخن میں تیرا نام — اب تو میرا ہوا ہے تکیہ کلام
پھر میں اپنی خوب جاتا ہوں — آپ ہو کر میں ڈوب جاتا ہوں
گر بخود * آکے سر نکالوں ہوں — بات تو پھیر کر سنبھالوں ہوں
لیک اب تو کہاں سنبھلتی ہے — منہ سے پھر پھر وہی نکلتی ہے
آتش عشق کیونکے ہو خس پوش — شمع سوزاں نہ رہ سکے خاموش
سوز دل نکلے ہے زباں سے میرے — حرف پکڑو نہ اب بیاں سے میرے
چپ رہوں تو نہیں ہے ضبط سخن — گر کہوں تو کدھر ہے ربط سخن
مجھ سے کچھ بات بن نہیں آتی — بنتی تو ہاتھ سے تو کیوں جاتی
اب نہ جی ہی سکوں نہ مر ہی سکوں — رہ سکوں چپ نہ بات کر ہی سکوں
اس پہ کرتے ہو میرے ساتھ بگاڑ — کیا لگا ہے یہ تیرے ہاتھ بگاڑ
سچ ہے تقصیر وار ہوں پیارے — لیک بے اختیار ہوں پیارے
نہ تحمل نہ صبر ہے نہ سکوں — ضبط چاہوں کروں تو کر نہ سکوں
میں کہاں اور کہاں شکیبائی — تیری تقلید کس کو بن آئی
تجھکو آسان ہے مجھے مشکل — نہ پڑی کیا کہوں تجھے مشکل
میں نیں پایا کہاں ترا سا ضبط — مجھ میں ہے سر بسر جنون و خبط
حوصلہ تیرا سا کہاں پاؤں — سخت پتھر کہاں سے دل لاؤں
نہیں یہ بات تجھ پہ ہی موقوف — ہیں بایں وصف سب زنان موصوف
کیا کہوں عورتوں کی مضبوطی — اور اُن کے دلوں کی تابوتی
کیا خدا نے دیا ہے ان کو ہوش — کوئی دیکھے نہ کرتے جوش و خروش
ہے بڑی انمیں خویشتن داری — وقت رغبت بھی رکھیں بیزاری
رازدل دوست سے نہ کھولیں کبھو — آپ منہ پھوڑ کے نہ بولیں کبھو
کثرت شوق سے اگرچہ مریں — گھر سے باہر کبھو نہ پانوں دھریں
کبھو ملنے کو یہ نہ دوڑ پڑیں — بلکہ ہر ہر قدم پہ اور اڑیں
شوق اُن کا کبھو نہ ہو معلوم — ذوق اُن کا کبھو نہ ہو معلوم

---

* (ن) آپ خود

دوستاسے دوستی چھپاتی رہیں — اور الٹے اسے ستاتی رہیں
اپنے بس تک کسی ء ربط کریں — جی کو بڑھنے نہ دیویں ضبط کریں
رغبت اپنی کبھو جتاویں نہیں — الفت اپنی طرف بتاویں نہیں
گرچہ ملنے کو دل میں چاہا کریں — پرنہ ملنے پہ عجز وہا ہا کریں
چاہ اپنی کو یہ چھپاتی رہیں — دشمن اپنے تئیں بتاتی رہیں
دل میں ان کے نہیں ہے جوش وخروش — نقش تصویر سی رہیں خاموش
چپکے بیٹھی رہیں فراق کے بیچ — پتلیاں جوں دھریں ہوں طاق کے بیچ
گرچہ دل سے ہزار عاشق ہوں — دوستی میں کسو کی صادق ہوں
دل و جان گو نثار کرتی ہوں — ایسی باتیں ہزار کرتی ہوں
الفت ان کی دلی نہ ظاہر ہو — نہ ہویدا ملال خاطر ہو
کہیں ظاہر نہ ہووے عشق ان کا — حسن ان کا نہ کھووے عشق ان کا
اور اپنے تئیں بنایا کریں — جلوہ پردازیاں دکھایا کریں
گو مریں دل میں بے قراری سے — کام رکھیں نہ آہ و زاری سے
نہ گریباں کبھو کریں ہیں چاک — نہ کبھو اپنے سر پہ ڈالیں خاک
نہ کبھو یہ جگر خراش کریں — نہ کبھو سرکو پاش پاش کریں
نہ انہیں انتظار مارے ہے — نہ انہیں ہجر یار مارے ہے
ہجر میں بھی نہ ہوں خراب احوال — بلکہ افزوں ہو اُن کا حسن وجمال
ہر گھڑی سو طرح بناؤ کریں — کیسی ہی مرتی ہوں سبھاؤ کریں
آپ مردوں کو لاکھوں باتیں کہیں — ایک ان کی کہی ولے نہ سہیں
جس کو چاہیں اسے ستایا کریں — اور موذی اسے بتایا کریں
اپنے ہم مشربوں میں گر بولیں — خیر اس کی برائیاں کھولیں
اپنی بیزاریاں دکھاتی رہیں — اس کی بیصبریاں سناتی رہیں
الفت اس کی طرف بتایا کریں — دوستی اپنی گو چھپایا کریں
کب یہ عاشق کا نام لیویں ہیں — گر کوئی لیوے گالی دیویں ہیں
جب کہیں ذکر آوے چپ جاویں — جھوٹی قسمیں ہزارہا کھاویں
جو کریں ذکر اوس سے ہوں بیزار — عوض اقرار کے کریں انکار
دوستی گرچہ ہو مکر جاویں — سو طرح پوچھو تو نہ بتلاویں

دشمن اپنے تئیں بناتی رہیں
بات برعکس ہی جتاتی رہیں

یہ کبھو دوست کو نہ یاد کریں
خاطر اوس کے نہیوں بھی شاد کریں

جتلیا ان کے لئے ہو وہ بد حال
اوسقدر یہ نکالیں حسن و جمال

غائبانہ کبھو نہ ذکر کریں
نہ کبھو وصل کی ہی فکر کریں

اتفاقاً اگر یہ ندرت ہو
کہ کسو کو کسو سے الفت ہو

اور غربت سے وہ نباہ کرے
مرد کے ساتھہ جی سے چاہ کرے

آگے پیچھے وو صاف رہتی ہو
بات دل کی درست کہتی ہو

ان کے نزدیک وہ نہیں ہے خوب
سب کی نظروں میں بلکہ ہو معیوب

جب ملیں اوس سے ننگ و عار کریں
اوس کو رسوا ذلیل خوار کریں

آپ اس راہ میں نہ پانو دھریں
اور اُلٹے اوسی کو نانو دھریں

طعن تشنیع بولی ٹھولی کریں
مسخرا جان کر ٹھٹھولی کریں

بولیاں سو طرح سے ماریں اوسے
خیلا بیہوش کہہ پکاریں اوسے

کہیں اوس سے پناہ مانگئے اب
نہیں رنڈی * یہ ہے خدا کا غضب

نام عورت کا خوار کرتی ہے
مرد کے پیچھے دیکھو مرتی ہے

الغرض باتیں ان کی کیا کیا کہوں
خیر بہتر یہی ہے چپ ہی رہوں

نہیں لازم کہوں میں تیرے حضور
ڈرتے رہنا ہے مجکو تجسے ضرور

پر کہیں مجسے تو بگڑنے لگے
طرف اون کی پکڑ کے لڑنے لگے

دو کہنا سمجھے اس حکایت کو
کہیں اوٹھے نہ تو حمایت کو

پھر مقدر تو خیر خواہ سے ہو
بدتر کہیں گناہ سے ہو

قصہ کوتاہ ہیں یہ سنگدلاں
دشمن عقل و ہوش آفت جاں

ان کے ہاتھوں کوئی نہ چھوٹ سکے
کچھ کریں دل نہ ان سے ٹوٹ سکے

جو یہ چاہیں انہیں دیا کیجے
لطف جب چاہئے لیا کیجے

حوصلہ سے زیادہ پاتی رہیں
خوب اپنے تئیں بناتی رہیں

حد سے افزود خرچ پایا کریں
جو یہ چاہیں سو خوب کھایا کریں

دیکھہ تک غور کر جہاں کے تئیں
صرف اُلفت سے بات بنتی نہیں

---

* قدیم اردو میں رنڈی کے معنی عورت کے تھے —

نان نفقہ انہیں دیا کیجے　　خواہش ان کی جو ہو کیا کیجے
نہیں بدتی بلا دئے ان کے　　پیٹ بھر پیٹ لادئے ان کے
وقت پر کیسے کام آتی ہیں　　کام یہ تو تمام آتی ہیں
کوئی جاگہ نہیں ہیں ناکاری　　کام کی ہیں یہ سر بسر ساری
نہ کبھو نام لیجئے ان کا　　ان سے بس کام لیجئے ان کا
ساری مجلس کی خوشنمائی ہیں　　دیکھنے کے لئے بنائی ہیں
لا نہ اُن کی برائیوں کا خیال　　دل میں رکھہ خوشنمائیوں کا خیال
دیکھہ ان کو بغور بات نہ کر　　ساتھہ ان کے کچھہ اور بات نہ کر
نہیں گفت و شنید کے قابل　　صورتیں ہیں یہ دید کے قابل
بات سمجھیں نہ سمجھیں لطف کلام　　دیکھئے اور کیجے اِن کو سلام
ہیں سبھی بد گمان اور کج فہم　　جاوے اُلٹے طرف ہی انکا وہم
نہیں انکو کسو کی بات کا پاس　　اپنے اوپر کریں ہیں سب کو قیاس
عورتیں گو ہزار ہوں قابل　　شعر کا لطف انہیں نہو حاصل
سوجھہ اُن کو نہ کچھہ لطائف کی　　بوجھہ اُن کو نہ کچھہ ظرائف کی
کب یہ سمجھیں ہیں بات کا انداز　　کب یہ پہچانیں حرف راز و نیاز
نہ یہ نا فہم بات کو سمجھیں　　اور نہ اوس کے نکات کو سمجھیں
گوکہ ہوں دوست پر نہیں ہے ضرور　　شعر کوئی پڑھے انہوں کے حضور
کچھہ نہ مضمون و معنی پاویں یے　　بات دل میں کچھہ اور لاویں یے
ہے نپٹ شعر عاشقانہ ذلیل　　شوخ مضمون ہے بدی کی دلیل
ہیں خیالات شعر خبط و جنون　　یاد هد هجر ہے یا برا ہے شگون*
اور اسی قسم کے ہیں بعضی مرد　　بدگماں نکتہ چیں بڑے ا بیدرد
عاشقانہ سخن کو جانتے نہیں　　عاشقوں کا کلام مانتے نہیں
دل بدل نے کسو سے راہ انہیں　　واقعی نے کسو سے چاہ انہیں
کیا یہ جانیں دلوں کے لاگ چپیت　　یو نہیں ہر بات میں کریں ہیں کھچیت
نہ کسو سے یہ صاف رہتے ہیں　　نہ کبھو یہ خلاف رہتے ہیں

* دونوں نسخوں میں یہ مصرعہ اسي طرح لکھا ہے۔ کتابت میں کچھہ غلطی ہوگئی ہے۔　　ا نرے

نام سے عورتوں کے ھیں بیزار — سو مزاجی کا ان کو ھے آزار
نیک سے نیک گرچہ ھووے زن — رھیں اوس سے پر آپ یہ بد ظن
شعر سے نے مناسبت ان کو — نہ کسو سے موافقت ان کو
بات کچھہ ھو یہ سب سمجھتے ھیں — وھی حبشی کا شب سمجھتے ھیں
ھو سکے کب کسو سے اس کا علاج — ان کا خلقی یونہیں بنا ھے مزاج
نہیں یہ نیک مرد بدظن ھیں — ٹھگ دغا باز چور رھزن ھیں
انکی خدمت میں التماس کروں — کب تلک ڈر کے مارے پاس کروں

دشمنی پر ھے زاھد مرتاض
کوئی رندوں سے پیش جاتی ھے
زور تھوڑا ھے اور غصہ بہت
مار کھانے کی یہ نشانی ھے

زاھدا سو طرح سے کر تلبیس — پر گنہگاروں کو نہ اتنا پیس
مت عبادت پہ اپنے بھولیو تو — آنا خیرؔ سمجھہ نہ پھولیو تو
ھم گنہگاروں سے تو کو ھے جدا — ھے یہ بے عیب صرف ذات خدا
عجب و پندار مت کر اے زاھد — شعر حضرت ھیں بات پر شاھد

لہ مد ظلہ

ھنرت عیب چونکہ در نظر است — دیدن عیب خویشتن ھنراست

و لہٗ

مت عبادت پہ بھولیو زاھد
سب طفیل گناہ آدم ھے

یہی تجھہ سے سوال ھے پیارے — ٹک سمجھکر جواب دے بارے
یہ جو بالا ھوی سمجھہ کی شرح — کیا بھلا ھے یہی تیری بھی طرح
مجکو تیرا مزاج ھے معلوم — تجکو میرا مزاج ھے معلوم
تو تو ان باتوں سے برا مت مان — میرا کہنا برائی سے مت جان
نکتہ رس شعر فہم تھا تو تو — بات سمجھے تھا خوب آگو تو
اب خدا جانے کیا یہ تجکو ھوا — بات الٹی طرح سمجھنے لگا

ہاں مگر ڈر کے بد گمانوں سے — کہ یہ قابل نہیں سنانے کے
جی میں وسواس تیرے آیا ہے — اس لئے اتنا غصہ کھایا ہے
یا کہ ہم صحبتوں نے بہکایا — تجھکو غصہ میں اور گرمایا
غیر بھی کچھ تجھے بڑھاتے ہیں — ذکر کر بات کو بڑھاتے ہیں
خیر مرضی اگر ہے تیری بھی — نہ کہوں گا پھر اب کبھی سو کبھی
غم کو دل میں ہی اپنے پالونگا — حرف منہ سے نہ کچھ نکالوں گا
شوق کی باتیں اب کہیں نہ کہوں — یاد میں تیری دم بخود ہی رہوں
نہیں کہنے کا حرف راز و نیاز — لیک اتنا سمجھ تو اے طناز
وصف تیرا میں کس طرح نہ کروں — زیست معلوم خیر پھر تو مروں
بات جو ہوسکے سو تجھ سے کہوں — پھر نہ بگڑے بھلا تو مجھ سے کہوں
بند اسرار سے زبان کروں — حسن ظاہر تیرا بیان کروں
حسن تیرا کہ سب پہ ظاہر ہے — دوست دشمن کے نقش خاطر ہے
جس کو تو بھی چھپا نہیں سکتا — جسے رہتا ہے ہر کوئی تکتا
یہ تو پیارے خدا کی بخشش ہے — نہ تری ساخت ہے نہ خواہش ہے
تیری صورت نظر سے ٹلتی نہیں — جی میں بیٹھی ہے اب نکلتی نہیں
تیری تصویر دل میں رہتی ہے — میری سنتی ہے اپنی کہتی ہے
بے سروپا کہاں تلک بولوں — بے سرشتہ میں بات کو کھولوں
باتیں کیا کیا میں یاد کرکے مروں — بس سراپا تیرے کا وصف کروں

تعریف و توصیف سراپائے محبوبۂ صاحب جمال
معہ پریشانی حال محب خراب احوال

میں نے تصویر تری کھینچی ہے — تو بھی آ دیکھ ٹھیک اینچی ہے
نظر آتا ہے سر سے پانوں تلک — عضو عضو بدن جدا ہر یک
بلکہ ظاہر ہے سب ادا و ناز — اور ہر ایک بات کی پرداز
آگو دھر دیکھ دل کا آئینہ — ہے میرا سینہ صاف بے کینہ
تا دکھاوے تجھے تیری صورت — قدرت حق ہے یہ بھی ایک صورت
بت پرستوں کے بھی ہے حق بطرف — جبکہ صورت کو یوں دیا ہو شرف

تیری صورت رہے ہے اب دل میں / بیٹھی باتیں کہے ہے اب دل میں
آہ پیارے سوائے خواب و خیال / مجھکو آکر دکھا تو حسن وجمال
چلتے پھرتے کبھو ادھر آنا / کھلے آنکھوں مجھے نظر آنا
آنکھیں دیدار کو ترستی ہیں / رات دن ایک سی برستی ہیں
ہوں سراپا ترے پہ دل سے فدا / مارتی ہے ہرایک چیز جدا

صفت موے سر

سر کے بالوں کا کہوں بیان کروں / یا کہ اُن کی پھبن بیان کروں
بال جب تیرے یاد آتے ہیں / پھر تو جیسے اُلجھ ہی جاتے ہیں
کیا کہوں کیا بلا یہ جان پہ لائے / خواب میں جیسے اسیاہی دبائے
گر سیاہی بیاں کروں اوس کی / کیا مثل اب عیاں کروں اوس کی
جس کے آگے تو مخمل لیلی / ایک چادر سی اوڑے ہے میلی
کوئی اوس سے نہیں ہے اور شبیہہ / بخت سے دوں تو دوں تشبیہہ
نہیں یہ بال سر نگوں تیرے / ہیں سیہ بخت واژگوں میرے
جب ڈھلک کر وو کان پر آویں / سو بلا میرے جان پر لاویں
یوں سیہ مست چھوتے آتے ہیں / مست جوں ہاتھی ہوتے آتے ہیں
جس گھڑی آ کے منہ پہ کھلتے ہیں / رات دن دونوں وقت ملتے ہیں
جسقدر شانہ اُن کو سلجھاوے / اوسقدر ہی دلوں کو الجھاوے
جوں گھٹا دل پہ آن گھرتے ہیں / جی میں سو سو طرح سے پھرتے ہیں
کُھلے رکھنا تیرا نہا کے اُنہیں / ڈالنا تیل پھر سکھا کے اُنہیں
کیا کہوں ہر طرح یہ تیرے بال / ہیں میرے حق میں موجب جنجال
دل پہ رہتا ہے نت ہی الجھیڑا / یک سر مو نہیں ہے سلجھیڑا

صفت مانگ و چوٹی

عقل رہتی نہیں نہ طبع سلیم / مانگ کی یاد جب کرے ہے دو نیم
دل تو پہلے ہی مانگ لیتی ہے / جان بھی مفت مانگ لیتی ہے
کنگھی جب مجھکو یاد آتی ہے / کیا کہوں کیا سما دکھاتی ہے
مانگ موتی بھری وو دے ہے بہار / جیسے بگلوں کی بدلی میں ہو قطار

کیا کہوں کیسی لنبی چوتی ھے	شب یلدا بھی جس سے چھوتّی ھے
دل کو ھر طرح چھیڑے ھے وہ تو	بوریا بافی ھو کھجوری ھو
گرمی سے گر کبھو جو رکھے لپیت	کیاکہوں اوس کی میں لپیت سپیت
تو وہ طوفان قہر ھے جوڑا	گانٹھہ ھے بس کی زھر ھے جوڑا •
کوئی جیتے ھیں اوس کے مارے ھوے	سانپ کالا ھے کنڈلی مارے ھوے

صفت زلف و سبب برداشتن آن

جس گھڑی زلف کا بندھے ھے خیال	آپڑے ھے کچھہ اور ھی جنجال
یاد اوس کی تو مار جاتی ھے	سانپ کاتے کی لہر آتی ھے
جس گھڑی یاد سے وہ آتی ھے	کالے کی طرح مرتی تڑتی ھے
نہیں یہ زلف اُڑیا ناگن ھے	ھر خم و پیچ میں جدا من ھے
نیست زلفش سیاہ بخت من است	شب یلدائے روز سخت من است
زلف ھے یا کوئی تماشا ھے	دام جان یا کمند دلہا ھے
کہنے والے کی عمر ھو جو دراز	ھے مری* جان و دل بھی اوس کے نیاز
کیا بخوبی کہا ھے یہ والدہ	لطف اس کا تک ایک کیجو نگاہ
قصۂ زلف یار کیا کہئے	ھے دراز اور عمر ھے کو تاہ
جوکہ یہاں اوس کے پیچ میں آیا	پھر چھتے وہ کہاں یہ جی پا یا
زلف میں دل سمجھہ کے الجھانا	پھر تجھی کو پڑیگا سلجھانا
کوئی شانہ کئے پہ سلجھے ھیں	مو بمو دل انھوں میں الجھے ھیں
زلف کو جو اتھا دیا تو نہیں	کھوج دل کا مٹا دیا تو نہیں
ملک دل سب جو دست برد کیا	تب یہ دفتر ھی گاؤ خورد کیا

صفت پیشانی

واہ ری تیری سادہ پیشانی	آینہ سے کشادہ پیشانی
چین ڈالے جو اسمیں غصہ و ناز	پھر تو ھوتی ھے اور ھی پرداز
ایسی پیدا کرے ھے رنگ جھلک	جیسے کندن پہ خوشنما ھو ڈلک

---

* (ن) میرا

یاد* آتی ہے جب وہ پیشانی — دل کا آئینہ ہوے ہے پانی
جب سے دیکھی ہے تیری پیشانی — دیکھوں قسمت میں کیا ہے پیش آنی
دیکھ کر پھر نظر جو آے نہ — خاک ملتا ہے منھ کو آئینہ

صفت گوش و بنا گوش

جب بنا گوش یاد آتے ہیں — اپنے تو ہوش گوش جاتے ہیں
بات گر کہئے تیرے کانوں کی — آ پڑے سب کو اپنی جانوں کی
جو کہ آتا ہے اُن کے قابو میں — جا پڑے ہے عجب چکا پو میں
کفۂ گوش نہیں صدف کے ہوش — کہوے کر موتیوں کو حلقہ بگوش

صفت ابرو

تیغ ابرو کا جب میں لوں ہوں نام — کام اپنا تو ہوچکے ہے تمام
گر تیرے ابروؤں کو کہئے کماں — کشش دل کماں میں یہ کہاں
تیغ کہنا بھی کہا مناسب ہے — بات کچھ یہ بھی نا مناسب ہے
کون سی تیغ ہے کہ ہوکے علم — اِن کے خم چم کے آگے مارے دم

قطعہ

تیغ ابرو و خنجر مژگاں — بشما باز گشت ما همه است
جمله در کار من کمی نکنید — بندهٔ منت کش شما همه است

صفت چشم و نگاہ و سرمہ و کاجل

تیری آنکھیں وہ قہر جادو ہیں — جن کے آگے تو خم یہ ابرو ہیں
دیکھ کر جن کو نرگس شہلا — شرم کے مارے دے ہے سر کو جھکا
شوخی ان کی عجب تماشا ہے — چنچلائی ممولے کی کیا ہے
باتیں انمیں دو ہیں سو ہیں کسمیں — نہ ممولے میں ہیں نہ نرگس میں
کسی نافہم نہیں جو اِن کے تئیں — دی تھی بادام سے مثال کہیں
اوس کو تب اپنے آ پڑے لالے — پو پٹے چھید چھید کر ڈالے

---

* (ن) دل کا آئینہ ہوے ہے پانی — جب سے دیکھی ہے تیری پیشانی

تو بھی کب اوس کو خوف چھوڑے ہے
روز پتھروں سے آنکھیں پھوڑے ہے

جس طرف یہ نگاہیں لڑتی ہیں
برچھیاں ہیں کہ دلمیں گڑتی ہیں

دلمیں وہ آنکھیں جب متکتی ہیں
جی میں نظریں ہی آکھٹکتی ہیں

حضرت درد کا ہر ایک سخن
مارتا ہے نپٹ بدل ناخن

وہ نگاہیں جو چار ہوتی ہیں
برچھیاں ہیں دہ پار ہوتی ہیں

سوتے اٹھ کر جو آنکھ ملتا ہے
دیکھے اوس کے تو جی نکلتا ہے

ڈورے سرخی کے ایسے چھوٹے ہیں
تارے جوں آسماں سے ٹوٹے ہیں

سرمہ آلود تیری تیز نگاہ
مار دل کو کرے ہے خاک سیاہ

گر کبھو دے سلائی کاجل کی
کیا کہوں خوشنمائی کاجل کی

روشنی بخش دیدہ ہے یہ سواد
یہ پھبن صرف ہے خدا کی داد

جسکی نظروں میں یہ سواد کھلا
کب لگے ہے اوسے کچھ اور بھلا

کچھ سدا ہے تجھے بھی یاد یہ ہے
یعنی النور فی السواد یہ ہے

یوں تو کاجل سبھی کوئی دے ہے
خوبی چتون کی جان و دل لے ہے

جی کسو کا سہج نہیں لینا
یوں خوش آتا ہے کس کو یہ دینا

خون عالم کرے ہے نوش یہی
ہے وو کافر سیاہ پوش یہی

کیا کہوں ان کی میں سخنگوئی
گر کہی جائے تو کہے کوئی

آنکھیں تیری نپٹ سخنگو ہیں
بات کرنے میں تجھ سے آگو ہیں

تیرے منھ پر یہ چڑہ کے کہتی ہیں
تیری باتوں پہ بڑہ کے کہتی ہیں

باتیں ان کی جو دیکھے سو جانے
آئینہ دیکھے تو بھی تو مانے

بات ان کی انہیں کو بن آوے
چھل بل ان کا کب اور کوئی پاوے

غزل

کر کے دل کو شکار آنکھوں میں
گھر کرے ہے تو یار آنکھوں میں

تیر مژگاں دلوں کے پار ہوے
ہے یہ گذر و گذار آنکھوں میں

چشم بد دور ہو نظر نہ کہیں
ہے نپٹ ہی بہار آنکھوں میں

اور سب چہرہ بازیوں کے سوا
عشوے ہیں صد ہزار آنکھوں میں

کیا کہوں کچھ کہی نہیں جاتیں
باتیں ہیں بے شمار آنکھوں میں

جس گھڑی گھورتے ہو غصہ سے   نکلے پڑتا ہے پیار آنکھوں میں
دیکھنا تک اثر سے نظریں ملا
کیا ہوئے تھے قرار آنکھوں میں

صفت مژگاں

ہینگی پلکیں وو تیر کافر کیش   مار چھلنی کریں ہیں دل صد ریش
آشنا جو مژہ کا ہوتا ہے   اپنے حق میں وو کانٹے بوتا ہے
کیا کہوں ایسی فوج جنگی کی   کالی پلٹن ہے یہ فرنگی کی
جس گھڑی ملک دل کو لوٹتے ہے   جوں تلنگوں کی باڑ چھوٹتے ہے
پانو گاڑے ہوے لڑیں ہیں سب   کوٹ باندھے ہوے کھڑے ہیں سب
سامھنے ہو نظر ملاوے کون   مار کی ان کے تاب لاوے کون
گھورنا آفت الہی ہے   بال بال ان کا تو سپاہی ہے
جب پلک مار آنکھ لڑتی ہے   جوں فرنگی کی باڑہ جھڑتی ہے
ان کا یہاں بندوبست گہرا ہے   رات دن یہ کھڑا ہی پہرا ہے
جس طرف کو یہ رخ پلٹتی ہیں   پھر صفوں کی صفیں اُلٹتی ہیں
گر کبھو آنسوؤں سے بھرتی ہیں   تیر باران دلوں کو کرتی ہیں
کبھو سرمہ اگر لگالیں ہیں   زہر آلودہ پھر تو بھالیں ہیں

صفت بینی

جب کروں ہوں تصور بینی   نہیں رہتی ہے مجھہ میں خود بینی
حسن خوباں کی ناک بینی ہے   سارے مکھڑے کی ناک بینی ہے
ناک تیری عجب سجیلی ہے   پتلی اور اونچی اور نکیلی ہے
لب شیریں کو تاکے ہے جس طرح   میں بتادوں ابھی کہوں کس طرح
ناک ہے یا کہ ایک لوتا ہے   چونچ اب شہد میں ڈبوتا ہے
نکسرے اس پھبن سے ہلتے ہیں   ناک کی راہ جی نکلتے ہیں
نتھنے ایسے تیرے پھڑکتے ہیں   جانور وحشی جیوں بھڑکتے ہیں

صفت رخسار صفا و رنگ ورو

جی میں رخ کی جو یاد بھرتے ہیں / اور ہی پھول گل کترتے ہیں
تیرے گالوں کی کیا کروں تعریف / روئے گل جن کے آگے ہوئے خفیف
ان میں جس طرح کی صفائی ہے / آئینہ نے کہاں یہ پائی ہے
رنگ ان میں جو کچھ جھمکتا ہے / کب رخ گل میں یوں چمکتا ہے
کوئی ان کا نہو سکا ثانی / داغ ہے گل اور آئینہ پانی
نہیں کوئی مقابل ان کے ولیک / آپ ہی ہیں جواب ایک کا ایک
کیا کہوں رنگ کیسا چمکے ہے / سارے کندن کی طرح دمکے ہے
یہ جو مکھڑے کی آب جھلکے ہے / چشمۂ آفتاب جھلکے * ہے
رنگ عارض نہیں یہ جھمکے ہے / آفتاب آئینہ میں چمکے ہے
عرق آلودہ چہرۂ رخشاں / یوں جھمکتا ہے جیسے ہے افشاں
گل پہ شبنم نہ ایسی خوب لگے / نسی اوس منہ پہ جیسی خوب لگے

صفت لب و دہاں

جب لبوں کا خیال کرتا ہوں / جان بلب آرہے ہے مرتا ہوں
یاد کر کے تیری لب گلگوں / دیدۂ اشکبار ہیں پر خوں
جب کرے یاد ان لبوں کے زور / کھینچ لے جائے دل کو تا لب گور
زیست کرتا ہوں اس بھروسے پر / دانت رکھتا ہوں ان کے بوسے پر
شعلہ رو یاد کر تیرے لب لعل / دل مشتاق ہے در آتش نعل
یاد آتے ہیں جب لب میگوں / خون دل پی کے مست ہوتا ہوں
لب نازک ہیں رشک برگ گل / نشاپرداز تر ز ساغر مل
جام مے آپ ہی اور آپ ہی گزک / ہونٹ کیا ساری نعمتوں کی چسک
دیکھ انہیں خشک ہو تراوت گل / پھیکی نظروں میں ہو حلاوت گل
دیکھیں گر تیرے ہونٹ شیریں کو / کوہکن بھول جائے شیریں کو
لب شیریں میں جو حلاوت ہے / جان شیریں میں کب وو لذت ہے

---

*(ن) چھلکے

ہاتھہ قسمت سے جو یہ بات لگے / لب شکر یعنی یہ نبات لگے
تار بوسے کا کوئی ٹوٹ سکے / ہونٹ سے ہونٹ پھر نہ چھوٹ سکے
وصف کیا کیا کروں تیرے لب کا / کوئی دیکھا نہ ایسے مشرب کا
لعل میں ہے کہاں یہ آب و رنگ / ہو سکے اُن لبوں سے جوہم سنگ
آتش رشک سے ہلاک ہوا / آگ میں اپنی جل کے خاک ہوا
رنگ یاقوت نیں اگر پایا / لب و لہجہ ولے کیدھر پایا
گو کہ یاقوت آب و رنگ دکھائے / یہ تر و تازگی کہاں سے لائے
لعل و یاقوت کیا بچارا ہے / اس جگہ ایک سنگ پارا ہے
کہے یاقوت با دل پر خون / ان کے آگے میں خاک پتھر ہوں
ہونٹ یاقوت و لعل سے بہتر / یہ ہیں کچھہ اور جنس' وے پتھر
ذایقہ میں تو جیسے یہ لب ہیں / شہد شربت جو کچھہ کہو سب ہیں
دیکھنے میں بھی گو تماشا ہیں / چکھنے میں پر کچھہ اور تحفا ہیں
پر وہی ان کے لطف کو پاوے / ہونٹ سے ہونٹ جس کا ملجاوے
گر جو عاشق کو منہہ لگا وے تو / لب شیریں ذرا چکھا وے تو
پھر تو بیچارہ اوس کی لذت سے / جان بلب ہی رہے حلاوت سے
تا لب زیست ہونٹ چاٹا کرے / لب بحسرت چبا کے کاٹا کرے
ہے دہانا تو اسقدر ہی تنگ / بات نکلے ہے جس سے کرکے درنگ
نکتہ سنجوں کی جب نگاہ نپائے / بات کس طرح سے پھر اس میں سمائے
غنچۂ لب یہ تیرا دہان تنگ / مرغ دل کے لئے ہے قید فرنگ
فرق کرنا ہے اب نپٹ مشکل / یہ دہن ہے تیرا کہ میرا دل
خلق پر اے نگار شوخ و شنگ / کردیا اس دہن نیں عرصہ تنگ
ہے دہن ایک نقطۂ موہوم / ہوسکے ہے دلیل سے مقسوم
جوہر فرد در جہاں نبود / کرد ابطال آں درست حکیم
جز و اصغر ہر آنچہ فرض کنی / بدلیلش تو آں نمود دو نیم
دہن یار ما اثر کاں را / نقطۂ در مقابل است عدیم
بہ تجسم نبود ہر دو لبش / ہست برہاں قاطع تقسیم ٥

کیا کہوں اب* کچھ اور وصف دہن　　یاد حضرت کا ہے یہ مجکو سخن

لہ مد ظلہٗ

کب دہن میں تیرے سمائے سخن　　نہیں تیرے دہن میں جائے سخن

صفت دندان و مسی وپان

دانت جب مجکو یاد آتے ہیں　　دل کا یجا سبھی چباتے ہیں
اب جو دانتوں کی باتیں چلیاں ہیں　　کیا کہوں موتیا کی کلیاں ہیں
خوشنمائی بیاں کروں اون کی　　یا صفائی بیاں کروں اون کی
دیکھکر اون کی آبداری کو یہاں　　لوٹ جاتا ہے گوہر غلطاں
یوں تو کہنے کو جیسے موتی ہیں　　باتیں موتی میں کب یہ ہوتی ہیں
گو ہزار آبدار موتی ہے　　یہ صفا کوئی اوس میں ہوتی ہے
پھس ڈالیں یہ موتیوں کے تئیں　　موتی ان کے مقابلہ کے نہیں
پانی الماس نیں کہاں یہ چمک　　برق میں بھی نہیں ہے دانتوں کی چمک
دانت وہ کچھ بلا قیامت ہیں　　کیا کہوں تجسے کیا قیامت ہیں
مسکرانے میں تک جو کہل جاویں　　بجلی سی ہر طرف ھی چمکاویں
پھر وہ بجلی چمک اِدھر اُودھر　　آن پڑتی ہے میرے ھی جی پر
گر کبھو اوس کے دل میں آوے ہے　　مسی دو انگلیاں لگاوے ہے
دانت یوں پھر جھمکتے ہیں سارے　　رات اندھیرے میں جیسے ہوں تارے
پان کھانا تو خون کرتا ہے　　جنہیں دیکھا سو مفت مرتا ہے
مسی مل کر جو پان کھاوے ہے　　ایک عالم کی جان کھاوے ہے

صفت زنخ و چاہ ذقن

یاد جب اس زنخ کی دے ہے فریب　　سرخ اور زرد ہوئے منہ جوں سیب
کیا غضب ماہ پارہ تھوڑی ہے　　خوبی اُس کی جو کہئے تھوڑی ہے

---

* (ن) خیر اور　　† (ن) یہاں

یاد آتا ہے جب وہ چاہ ذقن   جی میرا ڈوب جاے ہے فوراً

صفت گردن

جب خیال آبندھے ہے گردن کا   یہاں ڈھلک جاے ہے میرا منکا
دیکھ کر یہ صراحیٔ گردن   مست ہے کوئی اور کوئی غن
شمع ہو اپنی آنکھ میں رسوا   دیکھے ڈورا جو تیری گردن کا
گو کہ شفاف ہے تن مینا   یہاں تو جھکتی ہے گردن مینا
دیکھ کر اس بیاض گردن کو   صبح دیکھیں نہ جیب پھاڑے تو
کیوں نہ کھینچے وہ سب سے آپ کو دور   جس میں ایسا بھرا ہوا ہو غرور

صفت ساعد و بازو

نقد جاں ہے یہ ساعد سیمیں   قیمت صد ہزار لعبت چیں
نہیں ساعد یہ رشک سیم تن   آستین میں ہے قیمت دل و جان
ہیں سجیلے نہیت ہی بازو خوب   گھڑ نکالے سڈول خوش اسلوب
کیا کہوں کیسے قہر بازو ہیں   سحر ہیں کوئی یا کہ جادو ہیں
دلربائی میں قہر باہیں ہیں   غارت دل کو ہاتھ باہیں ہیں
دھیان میں جب وہ بازو آتے ہیں   ہاتھ پانوں اپنے پھول جاتے ہیں

صفت دست و بند دست و انگشتان و حنا و چوڑی

دل پہ جب ہاتھ پھیرے ہے پہنچا   جانتا ہوں کہ وقت آپہنچا
چوڑیاں یوں چڑھیں ہیں اسمیں تھسی   جاویں بے اختیار دل میں گھسی
کیا خوش آیند یہ کلائی ہے   اسکو دل لینے کی کل آئی ہے
ہاتھ مہندی ملے تیرے خونریز   قتل میرے کے ہیں یہ دست آویز
کیا کہوں ہاتھ پانوں مہندی ملے   کیسے لگتے ہیں آہ جی میں بھلے
ہاتھ سے دل لئے ہی لیتی ہیں   پانو پر لوگ جان دیتے ہیں
کب یہ مہندی میں رنگ پایا ہے   خون دلہا مگر پلایا ہے
کف رنگیں گواہ صادق ہیں   دست آویز خون عاشق ہیں
انگلیاں جبکہ یاد آتی ہیں   دل میں ناخن میرے گڑاتی ہیں

فندقوں پر تو جان کھوتا ہوں   لہو کے آنسوؤں سے روتا ہوں

صفت سینہ و پستان

چھاتی یوں جی میں آن اڑتی ہے   گویا چھاتی سے چھاتی لڑتی ہے
کون پتھر کی ذات چھاتی ہے   سختیء دل تیری دکھاتی ہے
چھاتیاں سخت آفت دل ہیں   بانہیں دہلی انہوں کی - شکل ہیں
دل رہے ہے ہمیشہ گھات کے بیچ   کیونکہ لاؤں انہیں میں ہاتھ کے بیچ
کوئی چھلاوا ہیں یا کہ پارا ہیں   اور سختی میں سنگ خارا ہیں
جوں سر پر غرور تنتی ہیں   سو بگاڑوں یہ اور تنتی ہیں
کیا قیامت امنگ سے ہیں بھری   شیشیاں دو یہ رنگ سے ہیں بھری
یا کہ دو ڈھیریاں ہیں سونے کی   کسو حکمت سے پڑ گیا ہے جی
چھاتیاں ہیں کہ ہیں یہ رنگترے   ہے بجا کہئے خواہ سنگترے
تجھہ میں ہے سارے باغ کا پیوند   پھولتا پھلتا ہے جدا ہر بند
سر سے پانوں تلک گل و گلزار   ہے سراپا ہزار گونہ بہار
سرو قد کو یہ بار لایا ہے   یا صنوبر انار لایا ہے
کولے ہیں خواہ انار بستاں ہیں   کچھہ ہیں پر رونق گلستاں ہیں
گر فرشتہ ہو وہ بھی گھات لگائے   کہ کسو طرح انکو ہاتھہ میں لائے
یہ کہاں کی ہے بات جی نہ چلے   کہ انہیں ہاتھہ میں پکڑ کے ملے
گر وو قابو لگے بچل جاویں   ہاتھہ میں آن کر نکل جاویں
پھر تو حسرت میں جی نکلتا رہے   مدت العمر ہاتھہ ملتا رہے
اب کہوں خوبی تنگ پوشی کی   یا کہوں انکی گرم جوشی کی
انگیا یوں مسک کے ہو بے جاں   چاند سے جسطرح پھٹے ہے کتاں
کیا کہوں میں انہوں کی اب خوبی   ختم ہے اُن پہ ہی خوش اسلوبی
کرئے بے پردہ اور انہیں ملبوس   خوشنما مثل شمع در فانوس
ستر میں کچھہ زیادہ پکڑیں نمود   ہوویں در پردہ واشگاف افزود
ستر سے ہو زیادہ پردہ دری   کوئی پردہ میں چھپ سکے ہے پری
لاکھہ پردوں میں یہ کبھو نہ چھپتے   جیسے اوراق گل میں بو نہ چھپتے

بے حجابی میں کھل کے لاے حجاب　　چہرہ بازی فزوں دکھاے نقاب
جلوہ پردازیاں کرے ہے لباس　　شعبدہ بازیاں کرے ہے لباس
انگیا تار تار کی یہ نہ جان　　چاند کو دیکھ پھٹ گیا ہے کتان
چار خانہ اسے نہ کیجو خیال　　جال سارے ہیں اختر اقبال
ہاتھ جس کے یہ نقد ڈھیر لگے　　ہاتھ اندھے کے جوں بٹیر لگے
ہاتھ پھر دست برد سے نہ اٹھاے　　نقش دلخواہ ہر پکڑ میں بٹھاے
پوس ڈالے ہزار طرحوں سے　　دب نکالے ہزار طرحوں سے
کیا ہی خوبی سے مشت مال کرے　　دل ہی جانے تیرا جو حال کرے
ہاتھ میں سے تو نکلے جانے لگے　　دل میں کچھ اور بات آنے لگے
تڑپے تو مثال ماہی بے آب　　مضطرب ہووے خون دل بیتاب
سسکیاں لے کے تلملانے لگے　　رک کے دم الٹی سانس آنے لگے
شرم کے مارے پست ہو جاریں*　　ہاتھوں ہی ہاتھ مست ہو جاریں*

صفت قد و قامت

آہ کیا قہر قد و قامت ہے　　کوئی قامت ہے یا قیامت ہے
ہست آشوب دہر قد قامت　　فتنۃ فی الزمان قد قامت
رشک طوبائے عالم بالا　　پہنچے وہاں تک نہ ہمت والا
ایک تو قد بلند بالا ہے　　نازنیں تس پہ سر نکالا ہے
پہنچے نالہ جو آسمان تلک　　نہیں پہنچے وو تیرے کان تلک
پانو رکھتا نہیں زمین پہ تو　　سرو قد پست ہیں تیرے آگو
کیا کہوں تیرے قد کی رعنائی　　سرو نے یہ خوبی کہاں پائی
سرو میں تیری چال ڈھال کہاں　　کبک میں یہ پھبن جمال کہاں
باغ میں سرو ایک دار سا ہے　　تیرے آگو یہ چوبدار سا ہے
کبک یہاں جو پھرے تھا اینٹر سا　　چھپتا پھرتا ہے جنگلی تیتر سا
کاٹ تیری نپٹ چھبیلی ہے　　کیا کہوں وضع جو نکیلی ہے

---

* (ن) ہو جاوے

قد و قامت کا اعتدال کہوں　　یا وو خوبی کی چال ڈھال کہوں
اپنے حضرت کے نام کے صدقے　　اوس کے لطف کلام کے صدقے

لہ مد ظلہ

جب نظر سے بہار گذرے ھے　　جی پہ رفتار یار گذرے ھے

خوب لگتا کہوں میں گہنے کا　　نہیں مقدور مجکو کہنے کا
سب جواھر کی تجھسے ھے خوبی　　ھے نہ ان سے تری خوش اسلوبی
خوبی ان کی ھے ساری تیرے سبب　　کنکرے پتھرے ھیں ورنہ یے تو سب
جامہ زیبی میں کیا بیان کروں　　کونسی بات کا میں دھیان کروں
خوبی تیرے بناؤ کی میں کہوں　　یا کہ سادے سبھاؤ کی میں کہوں
دل لگا صرف تیری ذات سے ھے　　کام مجکو نہ کچھہ صفات سے ھے
کب ھوئی تیرے چشم کی تعریف　　جو کروں اور چیز کی توصیف
یاد آوے جو وہ دھان و کمر　　کب کسو چیز پر پڑے ھے نظر

صفت کمر

درمیان آے جب کہ یاد میاں　　اپنی ھستی کا مجکو ھوش کہاں
یاد آوے ھے جب وو موے کمر　　یکسر مو نہیں رھے ھے خبر
کبھی جاتی نہیں کمر کی لچک　　پائی چیتے نے کب یہ ایسی لپک
مثل تیغ اصیل دمتی ھے　　اور کس بات میں وو کمتی ھے
تیغ کیا بجلی ھے کہ کوندے ھے　　کوندنے میں دلوں کو روندے ھے
جس گھڑی جسکے دھیان پڑتی ھے　　جی پہ بجلی سی آن پڑتی ھے
شدہ از پیچ و تاب موے میان　　موے آتش رسیدہ رشتۂ جان
رد قول حکیم ھست میان　　نیز برھان ناطق است دھان
در وجود و عدم چہ واسطہ است　　قایلش* را دلیل و ضابطہ است
کمر او چو موے کاست مرا　　ناتوان بین چو خویش خواست مرا
تب و تابے کہ داشت موے میان　　سو بسویم ربود تاب و توان

* (ن) ھستیش

صفت ناف

یاد آتی ہے جب وہ ناف مجھے ‏ کیا کہوں کیجئے معاف مجھے
کچھہ نہ کہہ زیر ناف کیسا ہے ‏ رفتہ و شستہ صاف کیسا ہے
وہ تو ہے رشک عارض خوباں ‏ مایۂ کبر و ناز محبوباں
دیکھتے وھاں نگاہ پھیلے ہے ‏ بے طرح آگے راہ پھیلے ہے
ختم بس عرصۂ تگاپو ہے ‏ عقل بھي آگے در چگاپو ہے
یعنی اب گو مگو کا ہے یہ مقام ‏ کہیں آگے چلے نہ طول کلام
اب سخن کے پرے سمائی نہیں ‏ بات نیچ تیچ کسو نیں پائی نہیں
وھاں بیاں میں قلم بھی فق دق ہے ‏ آگے اوسکی زباں کے خندق ہے
ھوس اسکی جو کوئی دھرتے ھیں ‏ اوس جگہ جا کے پانی بھرتے ھیں
جوکہ ھاتھہ اس طرف بڑھاتے ھیں ‏ پانو لے کر وو سر چڑھاتے ھیں
اوس جگہ پر تو کون جھگڑے ہے ‏ وھاں تو رستم بھی کوڑی رگڑے ہے
وے نکمت پھوں کہ نکلے پڑتے ھیں ‏ آن کر یہاں قدم پکڑتے ھیں
بوالہوس کیا پلید ھوتا ہے ‏ اس پہ آکر شہید ھوتا ہے
صرف حیوانیت لڑاتی ہے ‏ سب یہ نفسانیت لڑاتی ہے
اور ھم سا جو کوئی انازی ہے ‏ بات اون نیں تو سب بگاڑی ہے
گرچہ کہنے میں تو سنواری ہے ‏ اوسکے آگو پر اسکی خواری ہے
کیاکہوں تجھہ میں خوب کیاکیا ہے ‏ سر سے پانوؤں تلک تماشا ہے
تنگ یوں تو نپٹ ہے تیرا دھاں ‏ نہیں تنگی میں کم پہ یہ بھی مکاں
اسی انداز پر دھانا ہے ‏ دونوں کا ایک شامیانا ہے
فرق چھوٹے نہ کچھہ بڑے کا ہے ‏ یہی بس آڑے اور کھڑے کا ہے
ایسے موھوں سے تو جو کہاتا* ہے ‏ قدرت حق سے کچھہ سماتا† ہے
ہے تعجب جو بات چیت کرے ‏ کام دنیا کے یا کہ ریت کرے
ہے تماشا تعجبات یہی ‏ چھوٹا منہ اور بڑی ہے بات یہی
کھولنا اور آگے خوب نہیں ‏ بولنا اور آگے خوب نہیں

---

* (ن) کھاوے ‏ † (ن) سماوے

پھر بھی ملتا ہے تجھسے میرے تئیں　　منہ دکھانا ہے مجھکو تیرے تئیں
صاف کہتا پڑیگا پھر آگے　　سن کے مجھسے لڑیگا پھر آگے
لڑنا بھڑنا نہیں ہے کام اپنا　　مفت بد نام ہوگا نام اپنا

صفت سرین

تو وہ طوفاں ہیں سریں تیرے　　سیم کے کان ہیں سریں تیرے
کوہ تمکین ہیں سپہر وقار　　رشک آئینہ سادۂ پرکار
آپ ہی عنقا ہیں آپہی کوہ قاف　　مثل بلور صاف اور شفاف
ساری خلقت سے کچھ نرالے ہیں　　خام نقرہ کے برج ڈھالے ہیں
عقل باور کرے نہ گو یہ حرف　　مو کمر سے بندھے ہیں کوہ برف

صفت زانو و ساق

کیا کہوں زانو کی خوش اسلوبی　　خوشنمائی سڈولی اور خوبی
ہیں قیامت تھسی تھسی رانیں　　جی میں جاتی ہیں یہ گھسی رانیں
بیطرح دل کو گد گداتی ہیں　　ہاتھ میں اپنے کد کد آتی ہیں
ران پر جب کہ ران پڑتی ہے　　جسم میں اور ہی جان پڑتی ہے
یاد وہ پنڈلی جب کہ آتی ہے　　مچھلی سی دل میں تڑپھراتی ہے

صفت پائے و پاشنہ

پانو جسدم کہ یاد آتے ہیں　　ہاتھ ہم جان سے اٹھاتے ہیں
دیکھ کر پانو کو تیرے میں تو　　کبھو دیکھوں نہ اور کے منہ کو
ایڑیاں جب کہ یاد آتی ہیں　　دل پہ گیندیں میرے لگاتی ہیں

صفت کف پا و حنا

جب کف پا کا آبندھے ہے خیال　　جان و دل ہوچکے ہے سب پامال
کف پا یہ تہیں ہیں مہندی ملے　　پیس ڈالے ہیں دل پہ پانو تلے
اس سراپا کو یاد کر کر کے　　اب تلک تو جیا ہوں مر مر کے
ٹک شتابی ادھر کو آجانا　　نک سکھ اپنا مجھے دکھا جانا

بیان تسلی نیافتن دل بیمار از زبانی حرت و گفتار
و ایذائے تغافل دلدار و تمنائے آخری دیدار
و حیرت عاشق بے دل زار

آہ کیا کیا میں اب بیان کروں — تیری کس کس جگہہ پہ دھیان کروں
رھوں رطب اللساں ذکر کے بیچ — دوں یونہیں اپنی جان فکر کے بیچ
یاد اپنی کئے سے کیا حاصل — جبکہ تیرا ادھر نہ ھووے دل
ھے مگر یاد ایک مشغولا — تا کوی آن دل رھے بھولا
یوں پر ایک آدھ دن کٹئے تو کٹئے — عمر ساری تو اسموں دل نہ بٹئے
تو بھی انصاف تو بھلا تک کر — جی میں اس بات کا خیال تودھر
کب تلک تیری باتیں یاد کروں — خالی باتوں سے دل کو شاد کروں
عیش کا ذکر نصف عیش تو ھے — ذکر ھی ذکر پر ترا تا کے
کام چلتا نہیں بلا مذکور — سو خدا جانے ھے کدھر مستور
نہ تذکر میں کچھہ حلاوت ھے — نہ تصور میں کچھہ حلاوت ھے
دیوے لذت کہاں سے خالی شوق — جب تلک آشریک ھووے نہ ذوق
ھیں یہ باتیں بنائیاں بے اصل — کچھہ مزا ھی نہیں بغیر از وصل
منہ جو شکر گھی سے میٹھا ھو — پھر اوسے کوی کھانے کاھے کو
غرض ایسا نہ ھووے میرے یار — باقی رہ جاے حسرت دیدار
دم آخر جو ھچکیوں نیں لیا — شاید اس وقت تونیں یاد کیا
نام تیرا لئے سے تھمتی ھیں — بارے اوسوقت سے تو کمتی ھیں
بن سکے تو کھڑے کھڑے یکبار — دیکھیو آکے آخری دیدار
نزع میں ھوں ادھر کو آ جانا — شربت وصل تک چوا جانا
یاد ھے مجکو درد کا ھی کلام — اور اس کے سوا خدا کا نام

فرصت زندگی بہت کم ھے
مغتنم ھے یہ دید جو دم ھے

باقی اب عرصۂ حیات نہیں — زندگی کیسی کوی * بات نہیں

---

* (ن) کچھہ ھی

کیا میں دھر اوں اپنے غم کی بات　　رہ گئی ہے کوی ہی دم کی بات
آ رہا ہے میرا دم آنکھوں میں　　رہے گا کب تلک تھم آنکھوں میں
پوچھہ مت مجھہ جگر فگار کا حال　　کر دیا درد ہجر نیں پامال
نت رہا بسکہ خون دل پیدا　　دم رکے ہے جو قلقل مینا
روز دل کا نیا کرے ہے ڈھنگ　　جوں سحر ہر نفس شکست رنگ
مجھہ میں باقی جواب کوی دم ہے　　کچھہ دم تیغ سے نہیں کم ہے
کشمکش نیں نفس کے مارا ہے　　کوئی سوہان ہے کہ آرا ہے
اس طرح دم جگر خراشے ہے　　جیسے تیشہ سے کچھہ تراشے ہے
دم بدم ہر نفس کرے ہے قلم　　آمد و شد ہے دم کی تیغ دودم
ہر نفس چاک جیب تا دامن　　صبح کی طرح لا پڑہاے کفن
سینہ میں یوں نفس کھٹکتا ہے　　شصت ماہی کے جوں اٹکتا ہے
کیا کہوں قصے دل کی حالت کے　　آہ پیارے بتول حضرت کے

اسطرح جی میں سانس کھٹکے ہے
سانس ہے یا کہ پھانس کھٹکے ہے

ہے نئے طور کا مجھے آزار　　کوی دیکھا نہ آپ سا بیمار
یہ جو رہتا ہے اب مرض مجکو　　چھوڑتا ہی نہیں غرض مجکو
آہ مرتا ہوں کچھہ علاج کرو　　کل جو کرنا ہے سو وو آج کرو
تک خبر جلد آ کے لیجئے گا　　اس گھڑی ہوسکے سو کیجئے گا
ہوچکا ہے وگرنہ کام تمام　　نہیں اب عرصۂ پیام وسلام
کوی دم اب جو رہ کے آووگے　　اپنے بیمار کو نہ پاؤ گے
نہ ہلے ہے نہ بول سکتا ہے　　آنکھیں پتھراے راہ تکتا ہے
مرچکا خیر یا سسکتا ہے　　یا کہ اس کو شخوص و سکتا ہے
آنکھہ سے آنکھہ اب ملا کر دیکھہ　　اپنا آئینہ رو دکھا کر دیکھہ
بارے اتنا تو ہووے گا معلوم　　ابھی دم ہے کہ مرچکا مظلوم
میں نیں کردی خبر تجھے سن خیر　　دیکھہ اس وقت تو نہ کر تو دیر
آگئے تو جان کہدیا میں تجھے　　بدکہیں گے سبھی تجھے کہ مجھے

غزل

از مریضت مرا عجب باشد — زندہ امروز تا بشب باشد
هر که لب بر لبت نہد یکبار — مدت‌العمر جاں بلب باشد
زیر لب هم تبسمت ستم است — خندہ دندان نما غضب باشد
بے سبب نیست هیچ چیز مگر — رنجش تو که بے سبب باشد
همگی دیدہ ام کلام اثر
چند اشعار منتخب باشد

نامه بر گو شتاب می آید — میروم تا جواب می آید
نام مهر و وفا نمی دانی — همه جور و عتاب می آید
حال زارم شنیدہ می گوید — بس کن افسانه خواب می آید
خانه آباد باز در کویت — دل خانه خراب می آید
رفت جورت برون زحد بسیار — گریه ام بے حساب می آید
سینه و دل تمام سوخت اثر
همه بوے کباب می آید

غزل

تو میری جاں گر نہیں آتی — زیست ہوتی نظر نہیں آتی
دلربائی و دلبری تجکو — گو که آتی هے پر نہیں آتی
کیجے تا مہربانی هی آکر — مہربانی اگر نہیں آتی
حال دل مثل شمع روشن هے — گو مجھے بات کر نہیں آتی
هر دم آتی هے گرچه آہ په آہ — پر کوی کار گر نہیں آتی
کیا کہوں آہ میں کسو کے حضور — نیند کس بات پر نہیں آتی
نہیں معلوم دل په کیا گذری — اِن دنوں کچھه خبر نہیں آتی
دن کٹا جس طرح کٹا لیکن — رات کٹتی نظر نہیں آتی
ظاہرا کچھه سواے مہر و وفا
بات تجکو اثر نہیں آتی

غزل

لوگ کہتے هیں یار آتا هے — کب مجھے اعتبار آتا هے
دوست هوتا جو وہ تو کیا هوتا — دشمنی پر تو پیار آتا هے
تیرے کوچہ میں بیقرار تیرا — هر گهڑی بار بار آتا هے
زیر دیوار تو سنے نہ سنے — نام تیرا پکار آتا هے

حال اپنے پہ مجکو آپ اثر
رحم بے اختیار آتا هے

آہ کیجے کہ نالہ سر کیجے — زندگی کس طرح بسر کیجے
قصد همراهیء شرر کیجے — کهولئے آنکهہ اور سفر کیجے
جور جو چاهئے سو کیجے پر — میری حالت پہ بهی نظر کیجے
کبهو ایدهر نہیں گذرتے هو — کب تلک آہ در گذر کیجے
شمع ساں زیست هے گداز اپنا — جب تلک هووے چشم تر کیجے
لے چکے دل بهلا مبارک هو — آئیے اب کے قصد سر کیجے
یہاں سے اوڑئے بسان طائر رنگ — بے پر و بال، بال و پر کیجے
اتنا بتلاؤ غم غلط پیارے — کون سی تیری بات پر کیجے
تن بتقدیر اور رضا بقضا — جسقدر هووے اوس قدر کیجے
روئے کب تلک ز بے اثری — آہ کیجے تو کار گر کیجے

کون سنتا هے یہاں کسو کی بات
بس اثر قصہ مختصر کیجے

غزل

میرے احوال پر نظر هی نہیں — اس طرف کو کبهو گذر هی نہیں
هے میرا حال تو زبان زد خلق — میں نہ مانوں تجهے خبر هی نہیں
دل نہ دیویں جگر نہ چاک کریں — یہ تو اپنا دل و جگر هی نہیں
حال میرا نہ پوچهئے مجسے — بات میری جو معتبر هی نہیں

کر دیا کچھ سے کچھ تیرے غم نیں
اب جو دیکها تو وہ اثر هی نہیں

ایسی حالت میں کوئی کیا جانے — تو بھی دیکھے تو هاں نہ پہچانے
هوسکے گر بھلا کبھو تو مل — اس قدر اب تو سخت مت کر دل
ان دنوں مجھسے کچھ نکی تو نہیں — بھول کر بھی خبر نہ لی تو نہیں
کچھ تغافل کی حد بھی هوتی هے — کچھ تجاهل کی حد بھی هوتی هے
کوئی دن رہ کے گر ملے گی تو — کف افسوس پھر ملے گی تو
کچھ نہ تدبیر هوسکے گی پھر — بیٹھے حسرت سے منہ تکے گی پھر
تو بھلی گھر میں جا کے بیٹھہ رهی — یہاں تیری شکل دل میں بیٹھہ رهی
ایک مدت سے گو نہیں آئی — پر حقیقت یہ هے جو فرمائی

غزل ۱۸

گرچہ گاهے نظر نمی آئی — لیکن از دل بدر نمی آئی
من بیچارہ میروم از خویش — چہ تواں کرد اگر نمی آئی
چہ شد از من کہ در بوم یکبار — آمدی و دگر نمی آئی
تا کجا آمدی آمدت شدوم — رفت عمرے مگر نمی آئی
هر زماں تازہ عہدها داری — گرچہ از عہد بر نمی آئی
تا دلے یک نفس ز جا نرود — بیوفا اینقدر نمی آئی

درد را انتظار تست بگو
تا نمایم خبر نمی آئی

صاف اس سے جواب بہتر هے — ایک دن کا عذاب بہتر هے
جھوٹے وعدوں سے کیا ستانا هے — کہیں آچک بھلا جو آنا هے
مل سکے تو قصور مت کرنا — نہیں دل سے تو دور مت کرنا
گو نہو مجکو اور کچھہ حاصل — چین پاوے گا پر ملے سے دل
اب جو باهم دو چار هوویں گے — بارے دل کھول کر تو روویں گے
وے گئے دن کہ مل کے هنستے تھے — دام غفلت میں آن پھنستے تھے
هے عوض اوس هنسی کا یہ رونا — لکھا قسمت کا چاهئے هونا

خوشی و غم جہاں میں توام ہے — خندہ و گریہ دیکھ باہم ہے
میرے حضرت نیں راست فرمایا — اپنے بھی دیکھنے میں اب آیا

غزل

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
دل زمانہ کے ہاتھ سے سالم — کوی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا
دیکھئے اب کے غم سے جی میرا — نہ بچیگا' بچیگا کیا ہوگا
حال مجھ غمزدہ کا جس تس نیں — جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا
میرے نالوں پہ کوی دنیا میں — بن کئے آہ کم رہا ہوگا
لیکن اس کو اثر خدا جانے — نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا
قتل سے میرے وہ جو باز رہا — کسی بد خواہ نیں کہا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

کہیں اوس کا ٹھکانا پاتا نہیں — دل گیا ہے سو ہاتھ آتا نہیں
تیرے در پر گرا وہیں شاید — خاک میں مل گیا کہیں شاید
کھوج اوس کا کہیں نہ پایا میں — خاک چھانی ہزار ہر جا میں
ان دنوں دل نظر نہیں آتا — کوی اوس کی خبر نہیں لاتا
کیا کہوں آہ دل ہی جاتا رہا — اب کسو چیز کا نہیں ہے مزا
اوس تلک ہی توساری باتیں تھیں — سب اوسی سے ہماری باتیں تھیں
اب تو ہنسنا کدھر کہاں کیسا — نہیں آتا ہے رونا بھی ویسا
دل کسو بات کوھی ہوتا نہیں — ہنسنا یک طرف اب تو روتا نہیں
ایسے احوال آگے ہوتے تھے — دل لگا کر جو خوب روتے تھے
راست ہے یہ جو کہتے ہیں شاید — گریہ را ہم ولے خوشی باید
اب تو حیرت کا صرف عالم ہے — مثل آئینہ چشم بے نم ہے
اب ملاقات بھی جو ہووے گی — کب یہ حیرت کو دل سے کھووے گی
جوشش اختلاط اب وو کہاں — گرمیٔ ارتباط اب وو کہاں
وصل بھی اب تو جان کھاوے گا — سو بلا تازہ سر پہ لاوے گا

آہ رہتا ہوں سوچ میں حیراں   خانۂ دل یہ ہوگیا ویراں
کس طرح تیرے پاس اب آؤں   تجکو احوال کیا میں دکھلاؤں

بیان صورت حال دیگر رجال بوقت وصال و دیگر حرف و قال و حیرانی عاشق دل از دست دادہ و بیحواسی آن بیخود حیرت افتادہ

اپنی حیرت میں ایک توهوں میں   تس پہ حیران لوگ کرتے ہیں
میری تیری طرف یہ تکتے ہیں   کچھ کچھ آپس میں بیٹھے بکتے ہیں
کوئی ایدھر کو دھیان رکھتا ہے   کوئی باتوں پہ کان رکھتا ہے
کوئی آپس میں آنکھ مارے ہے   کوئی چپ درپئے اشارے ہے
کوئی پکڑے ہے منہ کی بات کہی   کوئی کہتا ہے دیکھ رہ توسہی
کوئی پھینکے ہے بیٹھا آوازے   کہ یہ کھینچیں گے اس کے خمیازے
کوئی حیران بن کے بیٹھے ہے   کوئی انجان بن کے بیٹھے ہے
کوئی آنکھیں ادھر کو گاڑے ہے   کوئی نظریں چرائے تاڑے ہے
کوئی چتون کو اب پرکھتا ہے   کوئی تیوری پہ دھیان رکھتا ہے
کوئی گھورے کوئی دھراوے ہے   کوئی غصہ سے منہ پھراوے ہے
ہے ہر ایک کے بگاڑ کی نئی گوں   آنکھ تیڑھی کرے کوئی کوئی بھوں
ہر کوئی ہے اسی کے اب درپے   کہ بھلا دیکھوں بات یہ کیا ہے
ہر طرف ان کے مچاویں دھوم   جس طرح مکھیاں کریں ہیں ہجوم
چھوٹتا ہی نہیں یہ الجھیڑا   شہد کا چھتا جیسے اب چھیڑا
یہاں کوئی کیا کرے خبرداری   پیش جاتی نہیں ہے ہشیاری
اب کہاں تجکو دیکھ سکتا ہوں   بیٹھا اوروں کے منہ کو تکتا ہوں
تجکو دیکھوں کہ آہ انکی سنوں   سبھی دشمن ہیں کسکو دوست کہوں
ان سے اب کسطرح بچاؤ کروں   کیونکہ ظاہر میں دل کی چاؤ کروں
اور اب احتیاط کیا کیجے   کسیء ارتباط کیا کیجے
گرچہ حسرت سے آہ سرتا ہوں   پر شمردہ نگاہ کرتا ہوں
پہلے سو بار ادھر ادھر دیکھا   تب تجھے تر کے یک نظر دیکھا

نہیں معلوم کیا کیا ان کا　　　ہم غریبوں نیں کیا لیا اِن کا
خفگی یہ ہے کیجے اسکی سیر　　　نہیں اِن صاحبوں میں کوی غیر
تجھہ سے کچھہ نے خلاف ہے ان کو　　　مجھسے نے انحراف ہے ان کو
بلکہ ہیں دوست خیرخواہ سبھی　　　بیگناہی پہ ہیں گواہ سبھی
تیرے خاطر یہ چاہتے ہیں مجھے　　　غائبانہ سراہتے ہیں مجھے
دل سے ہر ایک یار ہے اپنا　　　واقعی دوستدار ہے اپنا
کوی انسیں رقیب ہو' سو نہیں　　　یا کہ غماز عیب جو' سو نہیں
شکر حق کا یہ ہے ہزار ہزار　　　کوی اونمیں دیا نہیں اغیار
کوی دشمن نہیں سبھی ہیں دوست　　　لیک بیمغز ہیں سراسر پوست
ہیں شنا سا اگرچہ مدت کے　　　نہیں قابل ولے یہ صحبت کے
خوب دیکھا تو ہیں سبھی حیوان　　　فی الحقیقت نہیں ہیں یہ انسان
خوش جہاں وہ کسو کو پاتے ہیں　　　اس کا چرچا یہ سب مچاتے ہیں
اور ناحق اونہیں ستاتے ہیں　　　بے سبب سو طرح دکھاتے ہیں
نیش عقرب نہیں ہے کینے سے　　　یہی اُپجے ہے اوس کے سینہ سے
خیر انکی نہیں ہے کچھہ تقصیر　　　اَب تو اپنی بدی یونہیں تقدیر
اپنی الفت نیں سب دکھائے عذاب　　　اس محبت کا ہووے خانہ خراب
کب کسو کا کوی خیال کرے　　　گر نہ الفت کا احتمال کرے
اس خرابی کی یہ جو نوبت ہے　　　کچھہ نہیں سب یہ تیری دولت ہے
یہاں تلک تونیں احتراز کیا　　　سب پہ ظاہر نہفتہ راز کیا
دور باشی سے میں ہلاک ہوا　　　فایدہ اور اس میں خاک ہوا
کس لئے استدر تو ڈرتا ہے　　　سب سے یوں سہم کر بگڑتا ہے
تک سمجھہ تو کسو کا چور نہیں　　　تیرے اوپر کسو کا زور نہیں
مجسے نظریں جو تو چراتا ہے　　　چور اپنے تئیں گناتا ہے
یا کہ دزدیدہ میں جو دیکھوں ہوں　　　کبھو پوشیدہ میں جو دیکھوں ہوں
چور ہیں ہم نہ چور کے ساتھی　　　بات اب کیا ہے پیشتر کیا تھی
اپنے اوپر کریں ہیں سب کو قیاس　　　ہم تو ان باتوں کے نہ آس نہ پاس
تو جو ملنے سے جی چھپاتا ہے　　　آنکھہ کُھل کر نہیں ملاتا ہے

خلق اس سے کچھہ اور سمجھے ھے ۔۔۔ ھاں برائی کے طور سمجھے ھے
واہ یہ بات کا چھپانا ھے ۔۔۔ یا کہ اور آپ خود جتانا ھے
اس پہ لوگوں نیں زور ٹھرایا ۔۔۔ ھمیں آپس میں چور ٹھرایا
یہ بتکرار آزمایا ھے ۔۔۔ بارھا دیکھنے میں آیا ھے
جس قدر بات کو چھپاتے ھیں ۔۔۔ لوگ اتنا ھی صاف پاتے ھیں
خوب دل کھول کے ملاکر تو ۔۔۔ نہ کتا * کر ھر ایک کے آگو
دیکھہ میری طرف تو اب نہ ھڑک ۔۔۔ ساتھہ مل بیٹھہ اسقدر نہ بھڑک
پھر جو بولے کوی تو میں جانوں ۔۔۔ بات کھولے کوی تو میں جانوں
پھر خدا دیوے اب مجھے بھی ضبط ۔۔۔ نہ کروں بات کچھہ کہیں بے ربط
جیسے نو دولت آپ اپنے تئیں ۔۔۔ وصل کے بیچ گم کروں نہ کہیں
ھورھا ھوں نپٹ ھی نا دیدہ ۔۔۔ اپنے ھاتھوں ھوں آپ رنجیدہ
پھر خدا جانے کیا میں کرنے لگوں ۔۔۔ کہیں ایسا نہ ھو کہ مرنے لگوں
بیحواسی میں کام کر جاووں ۔۔۔ بس گلے سے چمٹ کے مر جاووں
خون تجھہ بے گنہ پہ ثابت ھو ۔۔۔ بات کچھہ اور ھی انا چت † ھو
تجکو لینے کے اور دینے پڑیں ۔۔۔ میں رھا درکنار تجسے لڑیں
جا پڑے تجھہ پہ میری حیرانی ۔۔۔ ھووے دل کو تیرے پریشانی
تیری تشویش کب گوارا ھے ۔۔۔ ھر طرح تونیں مجکو مارا ھے
جو کرے تو سو تجسے بن آوے ۔۔۔ کچھہ کروں میں نہ مجسے بن آوے
مثل آئینہ غرق حیرت ھوں ۔۔۔ اپنی حیرانی کیا میں تجسے کہوں
اسقدر اب تو غلبۂ حب ھے ۔۔۔ کہ مجھے آپ یہی تعجب ھے
لوگ تیرے جو پاس آتے ھیں ۔۔۔ سن کے میرے حواس جاتے ھیں
ھوش انکے ٹھکانے رھتے ھیں ۔۔۔ تیری سنتے ھیں اپنی کہتے ھیں
میں جو تجسے دو چار ھوتا ھوں ۔۔۔ پھر تو بے اختیار ھوتا ھوں
جس گھڑی تیرے پاس جاتا ھوں ۔۔۔ بس نپٹ بیحواس جاتا ھوں
سارے منصوبے بھول جاتے ھیں ۔۔۔ ھاتھہ پانو اپنے بھول جاتے ھیں

---

* (ن) کہتا ۔۔۔ † بے خیالی میں

منہ کو حسرت سے دیکھہ رھتا ھوں | پھر نہ سنتا ھوں کچھہ نہ کہتا ھوں
بات کہنی تھی اور نکلی اور | بیحواسی تک ایک کرنا غور
جب بجاے خود اپنے آتا ھوں | دل کو ذرّا ٹھکانے لاتا ھوں
جی میں کہتا ھوں کہا کے پچھتاوے | اب کے یہ یہ کہوں جو مل جاوے
بارھا اس کو آزمایا ھے | یہی حال خراب پایا ھے
بسکہ عرصہ کھنچا جدائی کو | حد ھوئی تیری بے وفائی کو
کردیا اس نین بے خبر بے ھوش | کہہ سکوں کچھہ نہ رہ سکوں خاموش
عقل وھوش و حواس کچھہ نہ رھا | ان میں سے اپنے پاس کچھہ نہ رھا
وہ ز خود رفتہ ھوں کہ میرے تئیں | تو بھی ھر چند ڈھونڈھے پاوے نہیں
یہاں تو آوے کہ میں ھی وھاں جاؤں | دید وادید پر کہاں پاؤں
کسطرح اب ملاپ ھو ویگا | تو ھی بس اپنے آپ* ھو ویگا

ھجر میں جی ھے میرے پاس کہاں
وصل میں گر جہا حواس کہاں

غزل

آمدي و ز خويش ما رفتيم | رفتنی و ما بر خدا رفتیم
عالم بیکسی و تنہائی است | دل جدا رفت ما جدا رفتیم
چوں غمت رو بایں طرف آورد | ما ادب پیشہ پیشوا رفتیم
گہ نشد اتفاق آمدنت | گر چہ از خویش بارھا رفتیم
خاکساري تمام پیش آمد | سایہ آسا بہر کجا رفتیم
شورش آورد آمد آمد تو | آنقدر ھا کہ ماز جا رفتیم
کشتۂ آمد و شد عشقیم | آمدی تو ولیک تا رفتیم
بارھا بیقرار گشتہ ز شوق | پیش آں شوخ بیوفا رفتیم

ایک بر گشتہ آمدہ گفتیم
اثر اے واے ما چرا رفتیم

* (ن) آپ ھی

غزل

داغ دل جو کبھو دکھاے تھے ‌ ‌ ‌ لالہ ساں دل میں گل یہ کھاے تھے
ایک تیرا خیال بیٹھہ گیا ‌ ‌ ‌ دل سے خطرے تو سب اُٹھاے تھے
اشک خونیں نیں منہ پہ کھول دئے ‌ ‌ ‌ میں تو زخم جگر چھپاے تھے
آگلے رونے پہ اب میں روتا ھوں ‌ ‌ ‌ کیا گہر خاک میں ملاے تھے
بہہ گیا سب میں آپ ھوکے گداز ‌ ‌ ‌ شمع ساں اشک کیا بہاے تھے
یہاں کسو نیں نہ کی خریداری ‌ ‌ ‌ ھم عبث جنس دل کو لاے تھے
گر نہ اٹکے یہ آکے لخت جگر ‌ ‌ ‌ اشک نے نہ فلک ڈباے تھے
راہ پر تیری مثل نقش قدم ‌ ‌ ‌ دیدۂ منتظر بٹھاے تھے

تھا جو منظور سو نہ دیکھا یہاں
ھم اثر کیا سمجھہ کے آے تھے

غزل

نہ کیا کچھہ علاج آگو سے ‌ ‌ ‌ جا چکا دل ھی اب تو قابو سے
دل ھے یہ یا کوئی چھلاوا ھے ‌ ‌ ‌ نکلے پڑتا ھے آہ پہلو سے
تیرے فریادیوں کی یہاں شب و روز ‌ ‌ ‌ نہیں لگتی زبان تالو سے
حرف نکلا نہ اوس دھن سے کبھو ‌ ‌ ‌ کام نکلے ھے چشم و ابرو سے

اثر اوس چشم شوخ رفتاں کے
نہ بچا کوئی سحر و جادو سے

بار بار شتافتن عاشق زار بسوے دلدار و تسکین و مراد نیافتن دل آں بیقرار با وجود دید وادید یار

تیرے در تک کبھو جو آتا ھوں ‌ ‌ ‌ جان پر اپنے کھیل جاتا ھوں
باقی رھتی نہیں ھے جان کے بیچ ‌ ‌ ‌ جاؤں ھوں اور ھی جہان کے بیچ
تو سنور کر جس آن بنتی ھے ‌ ‌ ‌ جان پر میری آن بنتی ھے
بیطرح جی کا حال ھوتا ھے ‌ ‌ ‌ بات کرنا محال ھوتا ھے
میری حیرت کا ھے کچھہ اور ھی رنگ ‌ ‌ ‌ آئینہ بھی ھے میرے آگو دنگ

عکس بھی مجکو منہ دکھا نہ سکے
محویت میری کوی پا نہ سکے

میں کہاں اور اب حواس کہاں
عقل و تدبیر میرے پاس کہاں

ہوں زخود رفتہ مست و دیوانا
نہ بخود آشنا نہ بیگانا

بھاگتا ہوں میں اپنے سائے سے
جی ہی جاوے بخویش آئے سے

کبھو تیرے طرف جو آتا ہوں
نہیں معلوم کیونکے جاتا ہوں

تجہ تلک شوق کھینچ لاوے ہے
جسم بیجان کو اینچ لاوے ہے

باد جیسے اوڑا کے لاوے خس
مجہ میں باقی نہیں ہوا و ہوس

تیرے کوچہ میں آن کے ہر دم
گر رہوں خاک میں چونقش قدم

گفتگو کا دل و دماغ نہیں
اپنی حالت سے اب فراغ نہیں

گر کبھو ہوش میں جو رہتا تھا
کچھہ سخن حسب حال کہتا تھا

غزل

تیرے کوچہ میں آکے جو بیٹھے
جان سے اپنے ہاتھ دھو بیٹھے

گو مٹے * ہم برنگ نقش قدم
پر تیرے در پہ آج تو بیٹھے

سب کاآوے نظر ثبات و قرار
گر ابھی تو دو چار ہو بیٹھے

روز اول ہی جا چکا تھا دل
آخر اب جان کو بھی رو بیٹھے

اپنی قسمت ہی اُٹھی ہے شاید
تیرے در پر اب آکے جو بیٹھے

اٹھہ گیا دل تو ساری باتوں سے
ناصحو چاہو سو بکو بیٹھے

حال اپنا کسو سے کیا کہئے
ایک دل تھا سو وہ بھی کھو بیٹھے

ہمنشیں اٹھو میرے پاس سے تم
بیٹھو تو اوس کی کچھہ کہو بیٹھے

اٹھے جاتے ہیں یہاں سے جوں شعلہ
شمع کی طرح ہم ہیں گو بیٹھے

اپنے آنکھوں کی طرح رو رو کے
ایک عالم کو ہم ڈبو بیٹھے

عہد و پیماں پہ انتظار میں یہاں
اے دل و دیدہ تم سرو بیٹھے

اٹھہ گیا سب جہاں سے قول و قرار
یاد وعدہ کیا کرو بیٹھے

قطع سر سے کرے وو راہ عشق
شمع ساں پانو گاڑ جو بیٹھے

---

* (ن) مٹیں

اب اثر میں بہت نہیں باقی
آن کے آن تک رہو بیٹھے

غزل

حیف میرے یہ آہ کرنے کو — اور ترے ھلس کے واہ کرنے کو
جی لئے پربھی رھے دشمن جان — آفریں اس تباہ کرنے کو
واہ وہ دل کی دیکھہ چاہ کا رنگ — پھر بھی موجودہ چاہ کرنے کو
بیٹھہ کردل میں دل ھی لیجے چرا — واہ یوں گھر میں راہ کرنے کو
لیک دل کے سوا میں لاوں کسے — ایسے * شاھد گواہ کرنے کو
کس لئے وھاں چلے اثر مگر اور
حال اپنا تباہ کرنے کو

ایضاً

کام باقی ابھی تو قاتل ھے — زخمی تیرا یہ نیم بسمل ھے
نگہ گرم سے پگھلتا ھے — دیکھہ یہ آئینہ نہیں دل ھے
تجہ تلک غیرکی پہنچ بھی کہاں — یہ بھی اپنا گمان باطل ھے
نہ ملو یا ملو غرض ھر طرح — تمکو آسان مجکو مشکل ھے
دل کا آئینہ نت ھے جلوہ فروز — کسو منہ کے تو یہ مقابل ھے
مفت بر ھیں اثر سبھی دل بر
دل کو ان سے تو کچھہ بھی حاصل ھے

غزل

احتضارم ھنوز باقی ماند — بانو کارم ھنوز باقی ماند
آمدی تو و من ز خود رفتم — انتظارم ھنوز باقی ماند
گو کہ طالع شد آفتاب رخت — شب تارم ھنوز باقی ماند
منقضی شد تمام عرصۂ حشر — کار و بارم ھنوز باقی ماند

---

* (ن) اس پہ

تتمہ

نشیندی تو و نہ گفتم من گرچہ کارم ہنوز باقی ماند
رفت برباد لیک دردل تو از غبارم ہنوز باقی ماند
ہمہ گیر نہ عبرت از من اثر
اعتبارم ہنوز باقی ماند

غزل

دل سے فرصت کبھو جو پائیےگا حال اپنا تجھے سنائیےگا
دل چراتے ہی تم چرائی آنکھ ابھی آگے تو جی چرائیےگا
نظریں ہر ایک سے لڑاتے ہو تک تو آنکھیں ادھر ملائیےگا
دل دیوانہ میں کچھ آتا ہے آپ پرکچھ نہ جی میں لائیےگا
کون ہو، لے چلے ہو کس لئے دل؟ نام اپنا ذرا بتائیےگا
قصد اپنا جو تھا سو ہو نہ سکا کہ تجھے اپنے گوں بنائیےگا

قطعہ

تیرے وعدوں کو اعتبار کیا جھوٹی ناحق قسم نہ کھائیےگا
صاف کہدیجے مختصر اتنا آئیےگا کہ یا نہ آئیےگا
اٹھ گیا ہے سبھی طرف سے دل اوس طرف آوے تو بیٹھائیےگا
اور تو سب خیال جی سے مٹے یہ بھی خطرا ذرا میٹھائیےگا
اس کی صحبت میں غیر آنے لگے
اب اثر آپ وہاں نہ جائیےگا

غزل

خامشی چوں قلم بیان منست بےزبانی اثر زبان منست
درمن و او زبس جدائی نیست چوں نگیں نام او نشان منست
ناز و جور و جفا ازآن تو عاجزی و وفا ازآن منست
رشک صد دشمن است نیز ہماں آں کہ بسیار مہربان منست

---

* (ن) کا

دلربایم نسودہ دلداری　　اے عجب دزد پاسبان منست
چہ غبار بلند پروازم　　خاطر یار آشیان منست
پاس و دلجوئیم گہے نکند　　بسکہ آن شوخ قدر دان منست
نشنیدی بخواب ہم گاہی　　بیوفا آنچہ داستان منست
اول دفعہ جان ربود ہنوز　　بد گمانم در امتحان منست
عیب پوش ہزاردشمنی است　　ہوسنگی کہ در زمان منست
ہر کجا بگزری بزیر پا　　مثل نقش قدم مکان منست

رمقی ماندہ است چندان نیست
جان من باش تاکہ جان منست

آہ پیارے میری یہ حالت ہے　　اور تیری وہی جہالت ہے
پر تیرے در پہ میں تو آن پڑا　　کوئی جاتا ہوں یہاں سے اب تو اڑا
تیرے تالے نہیں میں تلتا ہوں　　آگرا ہوں سو کوئی چلتا ہوں
منہ کدھر مجھسے اب چھپائیگا　　کیا بھلا گھر کو چھوڑ جائیگا
ابھی تجھسے تو کام باقی ہے　　دل کی حسرت تمام باقی ہے
تک ذرا مجکو مر تو لینے دے　　آرزو دل کی کر تو لینے دے
تیرے در پر بھلا نبڑ تو چکوں　　کسو گوشے میں یہاں کے گڑ تو چکوں
کوئی دم کو تو آپ ہی جاؤگے　　کاھیکو پھر ادھر کو آؤگے
منہ جو اس وقت مجسے موڑوگے　　کیا میرے ہاتھوں گھر کو چھوڑوگے
نہ لگے دل تو خیر زور نہیں　　گھر تمہارا ہے میری گور نہیں
ایسی حالت میں چاھو چھوڑ چلو　　دل شکستہ ہے اور توڑ چلو
میں تو بیٹھا بقول حضرت کے　　دیکھتا ہوں تماشے قدرت کے

غزل لہ مدظلہ

مرگ با زیستن کارہا دارد　　زندگی انتظارہا دارد
ہر زماں از شکستہ رنگیہا　　چمن ما بہارہا دارد
آستاں بوسیش محال و دلم　　ذوق بوس و کنارہا دارده
نکشم باز بادہ اے ساقی　　نشہ رنج خمارہا دارد

بیقرارم نمودہ است چنین — آنکہ با من قرارہا دارد
دل من سادہ است و ہر ساعت — خاطر او غبارہا دارد
پا بدامان گوشہ گیری کش — دامن دشت خارہا دارد
نزنم دم ز بیم ہمسایہ — آہ ازبس شرارہا دارد
بندہ در شہر عشق مفلس نیست — نقد داغش ہزارہا دارد
بر نشانہ خدا کند کہ خورد — تیر آہم گذارہا دارد

میرود باز درد در کویش
چہ کند اضطرارہا دارد

دل میرا اب نہیں ہے کہنے میں — مرنے لگتا ہے گھرکے رہنے میں
نکلے جاتا ہے اختیار سے اب — نہیں تھمتا ہے اضطرار سے اب
لیک تو آپ دوڑے جاتا ہے — دوسرے مجکو کھینچ لاتا ہے
جب ادھر قصد راہ کرتا ہے — ہر قدم دھرتے آہ کرتا ہے
اب جو آیا تو یہاں سے پھر نہ ٹلے — گر کے بیٹھے کہیں ہلے نہ چلے

غزل

دل بریں آستانہ افتاد است — چہ قدر بیکسانہ افتاد است
واقعی گریہ ام بحال خود است — درد ہجراں بہانہ افتاد است
مرغ دل نیست واقف از پرواز — در قفس ز آشیانہ افتاد است
چکنی ناصحا تو معذوری — کار یاکس ترا نہ افتاد است
کارم از دست رفت چونکہ ترا — زلف در دست شانہ افتاد است

رحم می آیدم بحال اثر
کہ دلش عاشقانہ افتاد است

اور تجھہ میں پڑی ہے معشوقی — دل میں آکر آڑی ہے معشوقی
حسن کا اب ہوا زیادہ غرور — عاشقوں پر پڑی نگاہ قصور
حال عاشق پہ رحم کھاتا نہیں — گاہ بیگاہ منہہ دکھاتا نہیں
جب سے ہر دل تو ہوگیا ہے عزیز — ہوس و عشق کی رہی نہ تمیز
اس سے آگے یہ کاروبار نہ تھا — روز دل کا نیا شکار نہ تھا

دل ربائی علی العموم نہ تھی — خود نمائی علی العموم نہ تھی
یوں دلوں پر نہ کی تھی جلوہ گری — بند تھی ایک شیشہ میں یہ پری
شہرۂ حسن کی نہ تھی یہ دھوم — اور تو کیا تجھے نہ تھا معلوم
میں ہی تھا تیری گرم بازاری — کوئی کرتا نہ تھا خریداری
میری دولت تو خود شناس ہوا — تب تجھے اپنا اتنا پاس ہوا
کھل گئی تجھ پہ اپنی سب خوبی — آ گئے سارے ناز محبوبی
دلبری کی طرح جو آئی ہاتھ — خرچ کرنے لگا ہر ایک کے ساتھ
اب جو دیکھا تو شور و غوغا ہے — جس طرف دیکھو حشر برپا ہے

غزل

بردرت شور داد بیداد است — هر طرف صد هزار فریاد است
عاشقاں را برائے درد و اثر — نالۂ عندلیب ارشاد است
بستۂ بادل شکستہ جناح — شد فرامش ترا مرا یاد است
جور از وے زمانہ آموزد — آں ستمگار سخت استاد است

قطعہ

همہ مردند لیلی و شیریں — نام مجنوں نہ نام فرهاد است
عشق در گور حسن درتہ خاک — دوستیها تمام برباد است
زندہ باشی غنیمت است اکنوں — کہ جہاں از من و تو آباد است
نیست پابند عقل و هوش اثر
مرد دیوانہ است و آزاد است

اپنے کوچہ میں پھر پھر آنے کو — منع مت کر تو اس دوانے کو
بلکہ قابل ملاپ کے اب ہے — کہ اسے کچھ غرض نہ مطلب ہے
بے سبب لت ہے یہاں کے آنے کی — دور سے تجھ کو دیکھ جانے کی
صرف حیرت سے دید کرتا ہے — کچھ نہ گفت و شنید کرتا ہے
اب خوشی کو نہیں یہ آتا ہے — بلکہ کچھ اور دکھ ہی پاتا ہے
آنے دے کیا تیرا یہ لیتا ہے — الٹے اپنی ہی جان دیتا ہی
کیا ہوا بار بار آتا ہے — کچھ تجھے تو نہیں ستاتا ہے

جب کہ تیرے حضور آوے ہے
آپ اپنی سزا یہ پاوے ہے

غزل

جبکہ ایدھر تری نگاہ پڑي   میرے ھی دل پہ میري آہ پڑي
بیطرح کچھہ سرے ھی جاتا ھے   دل پہ حالت عجب تباہ پڑی
تو کرے اب نباہ یا نہ کرے   اپنے ذمہ تو یہاں نباہ پڑي
دمبدم یوں جو بد گمانی ھے   کچھہ تو عاشق کی تجکو چاہ پڑی

تیرے کوچہ میں آے بن نہ رھے
اب تو یہاں کی اثر کو راہ پڑي

نہیں اوس کو نگاہ میری طرف   کھینچ لاوے ھے مجکو تیری طرف
پر مجھے آے گا نہ کچھہ حاصل   چین پاتا نہیں ھے اب یہ دل
گرچہ آگے بھی کچھہ نہ کرتا تھا   اپنی حیرت میں آپ ھی مرتا تھا
شوخیت گرچہ بر درید نقاب   حیرت از چشم بر نداشت حجاب
بے حجابی ترا حجاب بس است   پردہ برداشتن نقاب بس است

غزل

اے پریرو برخ نقاب مبند   حیرت اینجا هزار پردہ فگند
عاشقاں را دریں همہ گلزار   نالۂ عندلیب گشت پسند
چشم بد دور خال می سوزد   ز آتش حسن بر رخ تو سپند
بچہ می بست اینقدر دلہا   گر نبودے چنیں ز زلف کمند
از خدا ترس اے بت بیدرد   برمن زار شاد شاد مخند

دشمناں هم بدشمناں نکنند
دوستاں آنچہ با اثر کردند

سب یہ تیری ھی دوستی نیں کیا   ورنہ میں نیں تو کیا کسو کا لیا
صرف تیری ھی دوستی کے سبب   ھوئی ھے خلق سارے مجہ پہ غضب
پر مجھے اس کا کچھہ نہیں ھے خیال   نہ کسو سے جواب ھے نہ سوال

دل پہ غالب ہوئی ہے بیہوشی ۔ ہے سبھی بات کی فراموشی
اب تو حیرت مجھے رہے ہے بڑی اور کی بھولی اپنی ایسی پڑی
تھا یہی حال گرچہ مدت سے دل پہ حیرت رہے ہے شدت سے
سیر ہرچند کر نہ سکتا تھا منہ کو حیرت سے یوں ہی تکتا تھا
پر بھلا کچھہ تو دید ہوتی تھی تیرے دیکھے کی عید ہوتی تھی
آہ وہ بھی کوئی زمانا تھا دل میں حیرت کا جو ٹھکانا تھا
اب جو بالفعل دل کی حالت ہے ویسی حیرت بھی ہو غنیمت ہے
کون ہے یہاں کہ ہووے اب حیران خانۂ دل ہی ہوگیا ویران
دل کبھی آپ میں جو آتا تھا تجھہ تلک مجھکو بھی یہ لاتا تھا
اب کسو پاس میں نہ جانے کا لطف ہے نے کسو کے آنے کا
دل کو حاضر کبھو جو پاتا تھا حال اپنا تجھے سناتا تھا
اب اکیلے خفا جو رہتا ہوں کبھو کچھہ کوی شعر کہتا ہوں

غزل

ہم ہیں بے دل دل اپنے پاس نہیں آہ اس کا بھی تجھہ کو پاس نہیں
تو بھی بہتر ہے آئینہ ہم سے ہم تو اتنے بھی روشناس نہیں
پوچھو مت حال دل مرا مجھسے مضطرب ہوں مجھے حواس نہیں
بیوفا کچھہ تری نہیں تقصیر مجھکو میری وفاہی راس نہیں
قتل میرا ہے تیری بدنامی جان کا ورنہ کچھہ ہراس نہیں
ہیگی وحشت یہ اپنے ہی دلمیں روز وشب ورنہ کچھہ اُداس نہیں
یوں خدا کی خدائی برحق ہے
پر اثر کی ہمیں تو آس نہیں

نوبت بآں درجہ رسیدن حالت عاشق ناشاد و نا مراد
کہ بالفرض اگر یار بسلوک و مدارات گراید و
بخوبی صحبت و ملاقات هم نماید آں بخود
از خویش رفتہ باز بخود نیاید

دل مرا بیحواس رہتا ہے رات دن اور اداس رہتا ہے

گو کہ آوے تو مہربانی سے — حال پوچھے بھی قدر دانی سے
لطف سے آن کے تو بیٹھے پاس — پر مجھے اب کہاں ہیں ہوش و حواس
اس جہاں سے ہی جا چکا اب میں — تو تو آوے یہ اچھا اب میں
تو سلامت رہے یہ میں نرہا — دیکھ لینا غلط نہیں میں کہا
میں نہیں مانا کہ تو ادھر آوے — آپ میں مجکو پر کہاں پاوے

غزل

جب تلک تو ادھر کو آوے گا — تب تلک یہاں تو جی ھی جاوے گا
قہر طوفان ہے مرا گریہ — ایک عالم کو یہ ڈبا وے گا
کون ہے وہ کہ خیر خواہی سے — حال میرا تجھے سناوے گا
دیکھ لیجو یہ انتظار مرا — ایک دن تجکو کھینچ لاوے گا

قطعہ

تو نیں بندہ سے جو سلوک کیا — بت کافر خدا سے پاوے گا
یاد رکھنا بھلا نہ مل بہتر — پر کبھو تو خدا ملاوے گا
جسقدر ہوسکے ستا لے تو — جب یہ بندا بھی کچھ ستاوے گا
اثر اب تو ملے ہے تو اس سے
پر یہ ملنا مزا دکھا وے گا

زیست ہونی تعجبات ہے اب — مر ہی جانا بس ایک بات ہے اب
دور میں تیرے ہے وو کچھ اندھیر — نہیں معلوم دن ہے رات ہے اب
دل ہے زندہ نہ جی ہی جیتا ہے — زندگی بدتر از ممات ہے اب
اپنے بے دید بے شدید ہوے — نہ توجہ نہ التفات ہے اب
ہجر کیسا وصال ہو بالفرض — کچھ ہی صورت ہو مشکلات ہے اب
جی ہی لینا بلطف ہے منظور — اسقدر جو تفضلات ہے اب
جیتے جی تو رہا وصال محال — مر چکے پر توقعات ہے اب
کچھ نہ پوچھو اثر کی بے چینی
نہ سکونت* ہے نے ثبات ہے اب

---

* سکون کے معنوں میں ہے

هو چکا خیر جو که هونا تها　　جس کا مجهه کو همیشه رونا تها
اب ملاقات بهی هوئی تو کیا　　سب مکافات بهی هوئی تو کیا
عشق نهین تیری اور حالت کی　　نه سمجهه اس کو جون انالیلی
کس کی لیلی کہاں کا مجنوں هے　　یه تو کچهه اور تازه مضمون هے
دل کو اب میں نہیں یہاں تلک مارا　　راکهه جل کر هوا یه انکارا
تو سہی خاک بهی کروں برباد　　تو بهی اس بات کو بهلا رکهه یاد
اب تو بالفرض تو گر آن ملے　　هوویں شکوے نه میری جان گلے
بیخبر دم بخود رهوں تو رهوں　　یا مگر اس قدر کہوں تو کہوں

له مد ظله

پیارے اس وقت تم تو آه ملے　　نه رها دل هی جب که میرے گلے
مرگیا پر بتوں سے کچهه نه بنی　　اب اثر کی خدا سے خوب بنے

غزل

لے گئے اپنے ساتهه زیر زمیں　　خواهشیں سب یه دل کی دل میں رهیں
اب ملاقات میری تیری کہاں　　تو تو آوے بهی یہاں په میں تو نہیں
بیوفائی کا کچهه گمان نه تها　　ایک تها تجسے جور کا تو یقین
مارتی هے یه جی کی بے چینی　　یارب آرام دل کو هووے کہیں
ایک تیرے لئے میں ساری عمر　　سب کی باتیں هزارها تو سہیں
نه رهی دل میں بس کوئی خواهش　　آرزو اس سوا کچهه اور نہیں
هجر کی رات مثل شبنم وشمع　　روتے روتے هی گذری صبح تلئیں

عاشقی اور عشق کی باتیں
سب جہاں سے اثر کے ساتهه گئیں

غزل

چون شرر تا بخود نظر کردم　　چشم وا کردم و سفر کردم
بیخبر گشته ام خبر کردم　　الغرض قصه مختصر کردم
آه از من مپرس اے ظالم　　که چساں زندگی بسر کردم
ناله و آه و گریه و زاری　　روبروئے تو هر قدر کردم

این همه هیچ اثر نکرد مگر — بیدماغت زیادہ تر کردم
سینه و داغ زندگانی و غم — یکدگر صرف یکدگر کردم
ضبط تا چند هرچه بادا باد
اثر اکنون من آہ سر کردم

غزل

دعوی عاشقی هر آنکه کند — سود بیند بهر زیاں که کند
دل نماند است سخت حیرانم — قاصد اشک را رواں که کند
آہ هرجا دل است مائل اوست — پاس بیچارہ عاشقاں که کند
مردم دیدہ خود در افشانید — راز دل را دگر نہاں که کند
باغباں چوں همیشه نیست بہار — اندریں باغ آشیاں که کند
سخت نازک مزاج گشت دلم — ناز برداری بتاں که کند
هم نشیناں همه رقیبانند
با تو حال اثر بیاں که کند

غزل

نفع یہاں نو گمان اپنا ہے — سود بیشک زیان اپنا ہے
شورش اشک و آہ کی دولت — سب زمین آسمان اپنا ہے
تیرے کوچه میں مثل نقش پا — ہر قدم پر مکان اپنا ہے
ایک دم سے لگی ہے کیا کیا کچھه — جان ہے تو جہان اپنا ہے
خوب اپنے تئیں سمجھتا ہے — ہر کوئی قدر دان اپنا ہے
مدد اشک سے بسان حباب — جسم تخت روان اپنا ہے
جسطرح ہووے تجھه تلک پہنچیں — بس یہی آرمان اپنا ہے
ہاتھه میں رکھه میاں نگین دل — اس میں نام و نشان اپنا ہے
غیر کا تو کہاں سے دوست ہوا — دشمن اپنا گمان اپنا ہے
دل نیں مجھه سے اثر کیا سو کیا
کیا کہوں مہربان اپنا ہے

بیان محویت عاشق بے خبر و فنائے نام و زوال عین و اثر

غم نہیں تیرے مجھے ہلاک کیا — دل کو سارا جلاکے خاک کیا
اب نہ میں ہی رہا نہ دل ہی رہا — یاد رکھنا بھلا یہ میرا کہا
جھوٹ ہوگا تو آزما لینا — کھونٹ ہوگا تو خوب تا لینا
اب نہ اپنی خبر نہ دل کی خبر — ہوگیا ہے زوال عین و اثر
میں رہا ہوں تو کچھ خبر ہووے — دل رہا ہو تو اب اثر ہووے
اب مرا نام ہی رہا نہ نشاں — کوئی مجھکو جوڈھونڈے پاوے کہاں
دل نہیں پائی ہے میری خوب فنا — وہ جو میں نہیں کہا تھا اب وو ہوا
اثر اتنا تو کام کیجئے گا — کام اپنا تمام کیجئے گا
شکر للہ کہ آپ ہی کام ہوا — خود بخود کام یہاں تمام ہوا
قصد اپنا یونہیں تھا بیہودہ — سچ ہے حضرت کا میرے فرمودہ

لہ مد ظلہ

کام یہاں جس نہیں جوکہ ٹھہرایا — جب تلک ہووے آپ ہی کام آیا
بیطرح کچھ اُلجھ گیا تھا دل — بیوفائی نیں تیری سلجھایا
آنسو کب تک کوئی پئے جاوے — اس محبت نیں بہت جی کھپایا
دشمنی میں سدا نہووے گا — جو ہمیں دوستی نیں دکھلایا

ہم نہ کہتے تھے منھ نہ چڑھ اس کے
درد کچھ عشق کا مزا پایا

حال یہ کچھ تباہ رہتا ہے — تس پہ قصد تباہ رہتا ہے
جان سے بھی گذرگئی نوبت — نہ گئی تس پہ بھی تری الفت
ایک مدت سے آہ مرتا ہوں — آج تک پر نباہ کرتا ہوں
دل بیتاب کو قرار نہیں — کچھ مرا اس میں اختیار نہیں
نہیں کچھ اس میں واسطہ تیرا — نہ تکلف نہ قصد ہے میرا
دل کے اوپر کسو کا زور نہیں — ورنہ سوجھی ہے کوئی کور نہیں

گرے اندھوں کی طرح چاہ کے بیچ　　کیا کرے بس نہیں ہے چاہ کے بیچ
آ پھنسا جو کہ دام الفت میں　　جا پڑا پھر تو وہ مصیبت میں
سرتے سرجائیے پر نہ چھوٹ سکے　　رشتۂ دوستی نہ ٹوٹ سکے
مار ڈالا ہے اس محبت نیں　　جان کھایا ہے تیری الفت نے
اپنے حضرت کا سب یہ فرمانا　　بعد مدت کے میں نیں اب جانا

له مد ظله

مجکو تجسے جو کچھہ محبت ہے　　یہ محبت نہیں ہے آفت ہے
لوگ کہتے ہیں عاشقی جس کو　　ہم جو دیکھا بڑی مصیبت ہے
آپھنسوں میں بتوں کے دام میں یوں
درد یہ بھی خدا کی قدرت ہے

حال جو کچھہ ہے مجہ دوانے کا　　نہیں قابل ترے سنانے کا
اتنی کردی ہے اب خبر تجکو　　نہ کرے یا کرے اثر تجکو
اب اثر کو کہاں سے میں لاؤں　　ڈھونڈھوں کیدھر کہاں اوسے پاؤں
اس جگہہ تو نہ میں نہ تو ہے اب　　بس کہیں اور گفتگو ہے اب
کام جس سے ہے اول و آخر　　ہے مددگار باطن و ظاہر
تھام لیوے وہی اثر کے تئیں　　کرے آگاہ بے خبر کے تئیں
اے میرے پیر میں نیں کی ہے خبر　　ہے یہ وقت مدد کہ آہ اثر

له مدظله

درد از خویش میروم اکنون　　مگر آیم و رفتنش ندهی

نمودن خبر بدل غم پر و رہ از بودن اثر در ذیل و طفیل
درد و فرمودن قطعہ نظر از بیدرداں دل سرد
و بیان تاثیرات و اثر جذاب حضرت
درد مد ظله العالی

بسرع کر اے دل زیادہ چھیڑ نہیں　　کو تری بات کو نبیڑ نہیں

ساتھہ اپنے مجھہ بکاوے ہے — یونہیں بیہودہ سر پھراوے ہے
کہیں خاموش ہو خدا کو مان — اسقدر بھی تو وہ نہیں انجان
بس زبان بند کر خدا سے تو ڈر — کوی ہوگا کہے سنے سے اثر
یہ کہاں کی ہے بات فکر نہ کر — درد ہوگا جہاں نہ ہوگا اثر؟
درد ہے باعث وجود اثر — درد ہے موجب نمود اثر
درد ہے ہادی و دلیل اثر — درد ہے حامی و وکیل اثر
درد دل میں جہاں کہیں ہوگا — اثر البتہ یہ وہیں ہوگا
درد ہوگا جنہوں کے دل کے بیچ — ہے اثر بھی انہوں کے دل کے بیچ

غزل

عاشقم کارو بار من درد است — حاصل روزگار من درد است
پیش عشاق چوں دل عاشق — موجب اعتبار من درد است
چہ غم از بیکسی و تنہائی — مونس و غمگسار من درد است
گو دماغی مرا بسیر چمن — همه باغ و بہار من درد است
نیست پہلو نشین من دل من — همگی در کنار من درد است
نقش بند محبت یارم — همه نقش و نگار من درد است
عہد و پیماں دگر نمی دانم — همه قول و قرار من درد است
میکشاں در بلا کشی آیند — نشۂ بے خمار من درد است
نفریبد مرا دو روزہ نشاط — خوشیٔ پایدار من درد است
نکنم صید ہیچ زاغ و زغن — باز عنقا شکار من درد است
نیست میلم بلذت دنیا — درد دل داغدار من درد است
نخورم من فریب عیش و نشاط — راحت بیشمار من درد است
نیست درفہم کسے مصاحب من — صاحب نامدار من درد است
میگریزم ز راحت و آرام — درد دل بیقرار من درد است
نے کسے یار و نے کسے اغیار — شکر للہ کہ یار من درد است
نیست پروائی دوستداری کس — درجہاں دوستدار من درد است

بس وسیلہ اثر برائی نجات
در بساط و شمارمن درد است

ہے یہی شوق دمبدم میرا
کہ سنے آن کے الم میرا
درد عاشق دلوں کا صاحب ہے
الم اوس کے سبب مصاحب ہے
ایک جا بیٹھیں دردمند بہم
دیکھیں آکر اثر کا درد و الم
گرم صحبت یہ درد مند کریں
بات آپس کی سن پسند کریں
درد بیدرد سے نہ مجکو کام
ایسے دل سرد سے نہ تجکو کام
یاد جانم فدائے نام درد
یاد دارم من این کلام درد

لہ مد ظلہ

ورد یومی بزاہد ارزانی
ذکر لیلی بس است مجنوں را

گرمی دل تو آہ و نالہ ہے
درد بن دل خلک ہی پالا ہے
درد بن دل ہیں ان کے جوں مردہ
درد بن خاطریں ہیں افسردہ
درد مندوں کی بات جانتی نہیں
عشق کی حالتوں کو مانتے نہیں
کب یہ سمجھیں ہیں حرف زندہ دلاں
ان کو فہمیدہ بات کی ہے کہاں
درد کی قدر مرد جانتے ہیں
درد کو اہل درد مانتے ہیں
درد سے ہیگی زندگانیء دل
درد سے ہے سدا جوانیء دل
درد ہی شمع خانہ دل ہے
درد گرمیء بزم و محفل ہے
درد سرمایۂ محبان ہے
درد پیرایۂ محبان ہے
درد ہے عاشقوں کے دل کی بساط
درد ہے عاشقوں کا عیش و نشاط
درد سے دل کی زندگانی ہے
درد سے عمر جاودانی ہے
درد سے ہی تو جاگتا جی ہے
درد سے خوبی زندگی کی ہے
درد دل کو کرے ہے آئینہ
درد دل کو کرے ہے بے کینہ
درد دل کو گداز کرتا ہے
جاں سراپا نیاز کرتا ہے
درد دل کو جلا کے پاک کرے
درد حرص و ہوا کو خاک کرے
• درد دنیا سے دل کو چھڑاوے۔
درد اللہ کی طرف لاوے

درد الله کا خیال لگاے — خواب غفلت سے غافلوں کو جگاے
درد سے معتبر عبادت ہے — درد سے ہی قبول طاعت ہے
اے میرے پیر میں تیرے قربان — صدقے ہر بات پر تیرے دل وجان

لا مد ظلہ

گر نہ عفو تو عذر خواہ بود — طاعت ما ہمہ گناہ بود
ننویسند نامۂ عملم — عضو عضوم ز بس گواہ بود
عزت صاحب زبان سخن است — شمع خاموش روسیاہ بود
ہیچ جا سر فرو نمی آرم — تاج باشد وگر کلاہ بود

جمع اسباب ہیچ لازم نیست
ہر گدا نیز درد شاہ بود

درد ہے موجب نجات و قبول — درد ہے واسطہ برائے حصول *
درد کا دل میں ہی ٹھکانا ہے — درد بخشانے کا بہانا ہے
درد سینہ تمام صاف کرے — درد تقصیر کو معاف کرے
درد الله کا ہی نام لواے — درد حق کے طرف دلوں کو لگائے
درد حق سے لگائے دل کی لو — درد کھولے اسی طرف کی رو
تیرے بندہ وو کچھ ہیں والا جاہ — ہر گدا تیرے در کا شاہنشاہ
جس کو تم چاہو سلطنت بخشو — دونوں عالم کی مملکت بخشو
تاج بخشی ہے بخشش ادنی — دیتے ہو تم تو دیں اور دینا
یہ بھی اپنے دنی غلاموں کو — ورنہ آئے ہو اور کاموں کو
جو تمارے ہیں بندۂ درگاہ — دونوں عالم پہ کب ہے ان کی نگاہ
بھی شعر غزل سند لاؤں — پھر اسے اور طرح دھراؤں
آنچنان ہمتے اثر دارم — ہیچ جا سر فرو نمی آرم
نکنم قصد حق گواہ بود — تاج باشد و گر کلاہ بود
وہ جو مخصوص ہیں تماری غلام — ان کو بس ہے تماری ذات سے کام

* (ن) وصول

جیسے تم کو خدا رسول سے راہ / خاص محض اجتبا قبول سے راہ
نسبت اهل بیت خاص یہ ھے / تمکو وهاں قرب و اختصاص یہ ھے
بس ھمیں تم تلک رسائی ھے / یہ بھی بے سعی اپنے پائی ھے
کہ تمہارا ھمیں بتایا ھے / کیسا درجہ یہ ھم نیں پایا ھے
کچھہ نہ مطلب کے ھیں نہ کام کے ھیں / ھم نکمے تمہارے کام کے ھیں
نہیں رکھتے ھیں کچھہ ھی کاروبار / ایک تمہارا قبول ھے درکار
یہ تمہارا اثر ھے حضرت درد / ھے تمہاری ھی جوتیوں کی گرد
تم سے بس تم کو چاھتا ھوں میں / ھمت اپنی سراھتا ھوں میں
کفر و دین کافر و مسلمان کو / ذرۂ درد اپنے حیران کو
درد پر جان و دل نثار کروں / درد کے آگے صدقے ھو کے مروں

درد کی ذات پاک کے قربان
درد کے در کی خاک کے قربان

دل و جانم فدای درد بود / هستیم از برای درد بود
هر زماں لذت دگر بخشد / بر زبانم ثنای درد بود
پایہ سرفرازیم دانی / سر من خاک پای درد بود
سخت بیگانہ ام ز راحتہا / دل من آشنای درد بود

ظرف و مظروف اثر یکے شدہ است
خود دل من بجای درد بود

ترجیع بند

بسکہ بدو اخت آنجذاب مرا / بندۂ درد شد خطاب مرا
دل صد پارہ در بغل دارم / باشد ازبر همین کتاب مرا
نالۂ عندلیب و نالۂ درد / می نمایند فتح باب مرا
درد مندم غلام حضرت درد / نبود میل خورد و خواب مرا
گریۂ جاں‌گداز من چوں شمع / همگی دادہ آب و تاب مرا
زیں‌گداهاں بے حساب و شمار / نفتد کار با حساب مرا
بهتر از جام جم ز دولت درد / باشد ایں دیدۂ پر آب مرا

مست سرشار از مے دردم هست خون جگر شراب مرا
چوں نمک خوار حضرت دردم دل بریان بود کباب مرا
تحت اقدام ملجا و ماوائے
تا درش مرجع و مآب مرا
سگکه قربان نام پیر خودم خاک اقدم خواجه میر خودم
هستم از جان و دل غلام او وز ته دل فدائے نام او
هر صباح و مسا کنند ادا جن و انس و ملک سلام او
نتوان کرد شرح مرتبه اش برتر از فهم ما مقام او
حضرت جامع جمیع کمال قرعهٔ فال زد بنام او
ساقی کوثر از شراب طهور همه لبریز کرده جام او
کنه هر امر روشن از سخنش مرشد مرشداں کلام او
دین و ایمان و آسمان و زمیں همه قایم شد از قیام او
هست آزاد واقعی بجهاں هر که گر دید اسیر دام او
ناصر ما امام ما همه اوست حضرت ناصر است امام او
درد جانست و حرز ایمان است
نام با عز و احترام او
پیر من خواجه میر درد بود پیر و اوست هر که مرد بود
بسکه جانم بود فدائے درد گرد آید همه بجائے درد
هر که بیند مرا بدرد آید هستیم هست رونمائی درد
قلب و قالب تصدق نامش جان و تن گشته آشنائے درد
بندهٔ دردم و غلام درش گرد نعلین و خاک پائے درد
نسبت قرب خاص کرده عطا نتواں کرد او اثنائے درد
بسکه نور مجرد است و لطیف قوت روحی بود غذائے درد
دو جهاں در نظر نمی آرد فخر شاهاں بود گدائے در
دل و جانم بدر آمده است گشته ام خلق از برائے درد
مشتے از خشک استخوان دارم گر قبولم کند همائے درد
بسکه رویافتم فنائے قلب خود دل من بود بجائے درد

دل من درد و جان من درد است
من ز درد و ازآن من درد است

هم دوا هم شفاے من درد است | هرچه هست از براے من درد است
کرد رفع حجب ز پیش نظر | مرشد رهنماے من درد است
غم دنیا میان دل نگذاشت | مونس غم زداے من درد است
نکشد عقدۂ بکار دلم | همه مشکل کشاے من درد است
سر نیارم بزیر افسر و تاج | ظل بال هماے من درد است
در هوایش برم بجان و دل | کاهم و کهرباے من درد است
نالۂ درد و آہ سرد کشم | هادی و پیشواے من درد است
می سپارم باو سفینۂ دل | بخدا نا خداے من درد است
دلدہ و دلنواز و مونس دل | دلبر و دلرباے من درد است
دردمندم سخن ز درد کنم | حاصل مدعاے من درد است

در دلم درد بر زبانم درد
دین و ایمان و جسم و جانم درد

سخن درد بر زباں دارم | شمع ساں گرمیِ بیاں دارم
سر بسر در گرفت آتش عشق | دل بیتاب شعله ساں دارم
نالهاے رسا بدولت درد | آں سوے هشت آسماں دارم
بسکه خوگر شده بلذت درد | دل سزاوار امتحاں دارم
هست رشک هزار فصل بهار | نو بهارے که در خزاں دارم
بیقرارم نموده سوزش عشق | برق آسا دل طپاں دارم
با رفیقاں کنم زیارت درد | ناله و آہ همرهاں دارم
مرغ روحم بلند پرواز است | بر در درد آشیاں دارم
پاے برتر نهم ز اوج فلک | سر بریں خاک آستاں دارم
اثر درد عندلیب خودم | من گمنام ایں نشاں دارم

مهر من درد پیر من درد است
حضرت خواجه مهر من درد است

مالک جسم و جان من درد است | همه روح و روان من درد است

باطن و ظاهر است جلوه گهش — در دل و بر زبان من درد است
بیدلان را جز او که می پرسد — بس فقط قدردان من درد است
با دلم کرد گرم جوشی ها — صاحب مهربان من درد است
درد مندم ز درد خورسندم — این پسندم از آن من درد است
باشد از درد قدر و منزلتم — محک امتحان من درد است
بیدلم هستیم ز درد بود — همه نام و نشان من درد است
طپش دل ز دردمندیهاست — جمله تاب و توان من درد است
هست مقبول صاحبان قبول — دلبر دلبران من درد است
ناله و آه اوست هادی راه — جرس کاروان من درد است

بندهٔ خواجه میر درد خودم
پیرو آن وحید فرد خودم

ذات او اول محمدیان — هادی و رهنمای انس و جان
آیة الله عارف بالله — کاشف کل حقایق و اعیان
صادق الوعد صادق الاقوال — واثق العهد مستقل پیمان
عالم با عمل ولیء خدا — مطمئن با یقین و با ایمان
ذو الکرامة محقق بے مثل — صاحب کشف، صاحب عرفان
راحت و انس و جان و مونس دل — صاحب درد جمله را درمان
در طریق خلوص و عین خصوص — اهل حق راست حجة و برهان
هادی خلق و رهنمای همه — هست ذات مبارک ایشان
خالق انس و جان با و بخشید — چه بلاغ مبین و حسن بیان
تا کجا گویم از* نعوت و صفات — با خبر سازمت ز نام و نشان

خواجه میر محمدی درد است
دستگیر محمدی درد است

اکنون آن به که در حضور آیم — زین شرف سر بآسمان سایم
ایجناب مقدس پیرم — دستگیر و امام و مولایم

---

* (ن) گویمت،

بر درت بودہ در حیات و ممات ۔ بجز این ادب زمین سایم
عمر در سایہ ات بسر کردم ۔ مثل امروز ساز فردایم
روز و شب چشم ظاہر و باطن ۔ جز سوے این جمال نکشایم
از تمامی وساوس و خطرات ۔ پاک یکسو شدہ بیا سایم
جز تو حرف و حکایتے نکنم ۔ بکسے حال جز تو ننمایم
سروکارم بہ ہیچ کس نبود ۔ صرف قربان این سراپایم
لایق قرب خاص گرچہ نیم ۔ کنف لطف ساختی جانم
قبلہ و کعبۂ بہ ہر دو جہاں ۔ بتو وابستہ دین و دنیایم

نور ناصر تو قبلہ گاہ منی
هم بدنیا و دین پناہ منی

با اثر دردی و تو سر پدر ۔ از توام شد زوال عین و اثر
جسم و جان را فداے درد کنم ۔ ورنہ از ہستیم مراچہ خبر
اے خداوند وہب تاج و لوا ۔ رونق و زیب عرشہ و معبر
باد ذاتت مدام در دو جہاں ۔ بر سر این غلام ظل گستر
بحضورت کنم زمین سائی ۔ خاک پاے تو بر سرم افسر
توئی ابن الامام ناصر دین ۔ نائب و جانشین پیغمبر
شدۂ با امام اشبۂ تام ۔ نتوان کرد فرق ہمدیگر
من من گفت آن امام ترا ۔ اے دل عندلیب و لخت جگر
سر بسر عین ناصری بیشک ۔ چشم و گوش و زبان و ہوش و بصر
غیر تو در جہاں کسے نبود ۔ پدر و پیر را چنین مظہر
پدر من توئی و پیر توئی ۔ نہ صرم تو و خواجہ میر توئی

مناجات بہر نجات از تعلقات غیر
و انجام بخیر خوبی

حق مرا خاتمہ بخیر کرے ۔ دور سب دوستیء غیر کرے
ان بتوں کے خیال میں نہ مروں ۔ اپنے اللہ کو میں یاد کروں
میرے صاحب کے نام کا صدقا ۔ اور اس کے کلام کا صدقا

اہ مد ظلہ

بت پرستی هے اب نہ بت شکلی
کہ همیں تو خدا سے آن بنی

جارهی بات اب کہیں کی کہیں
قصہ کیا تھا مجھے خبرهی نہیں

بیوفائی نہ سمجھیو اس کو
پیار سائی نہ سمجھیو اس کو

زهد و تقوی هے یہ نہ فسق وفجور
اور هی چیز هے سمجھہ سے دور

کون سمجھے اسے قسم بخدا
سارے عالم سے هے یہ بات جدا

درد نیں کردیا تمام گداز
کھول دی سب حقیقت اورمجاز

کون معشوق کون شاهد هے
اب سخن کا خدا هی شاهد هے

کون وہ، کون میں، کہاں کا عشق
کیا کہوں هے جو هے جہاں کا عشق

درد کی خدمت و غلامی سوا
اور اس کی جناب سامی سوا

هو جو یا رب کسو سے کام مجھے
تیرا دیدار هو حرام مجھے

میں تو هوں هیچ محض ناکارہ
ننگ خلقت غریب بیچارہ

نہیں مجھہ میں کوی هوا وهوس
هے فقط درد کی غلامی و بس

نہیں میں تو کسوهی کام کا هوں
کچھہ نہیں هوں پراس کے نام کا هوں

بس یہ تھوڑا نہیں بن آیا هے
مجھے اوس کے لئے بنایا هے

سر بسر اوس کی هی نوازش هے
سب اسی بات کی نوازش هے

هے وو مقصود میں هوں اس کا ایاز
بندہ پرور هے وہ غریب نواز

هے اوسی کا قبول میری بساط
هے اوسی کی رضا خوشی و نشاط

ایک ادنی غلام اس کا هوں
جوں نگیں پائے نام اس کا هوں

غزل

گو نیم مرد اثر پئے مردم
کفش بردار حضرت دردم

گر نبودے قبول خاطر او
آہ یا رب دگرچہ میکردم

گرمئی عشق خود بجانم دہ
اے ز دنیا نمودہ دل سردم

روز میثاق هست مد نظر
من ازاں عهد بر نمی گردم

عشق او حشر می کند برپا
درمیان دل اثر هر دم

بسکہ جانم بود فدائے درد — گرد آید ہمہ بجائے درد
ہر کہ بیند مرا بدرد آید — ہستیم ہست رونمائے درد
سر آرام و راحتم نبود — دل و جان است خاک پائے درد
قلب و قالب تصدق نامش — جان و تن گشتہ آشنائے درد

دردمندم اثر ز روز ازل
خلقتم ہست از برائے درد

دل مرا صرف درد سارا ہے — اور کا اس میں کب گذارا ہے
درد محبوب ہے مرے دل کا — درد مطلوب ہے مرے دل کا
سارے محبوب ہیں فدا اس کے — شاہ سے تا گدا گدا اس کے
درد ہی دوستدار ہے میرا — درد ہی صرف یار ہے میرا
دردہی میرے جی میں چھایا ہے — درد کا میرے سر پہ سایا ہے
آہ کیا کیا بیان کروں میں اب — دل کہے ہے زیادہ حد ادب
میں کروں اُس کی دوستی کا خیال — کب ہے قدرت مری کہاں ہے مجال
کب یہ مقدور میں نیں پایا ہے — کب یہ میرا مقام و پایا ہے
نام لوں درد کی محبت کا — ذکر چھیڑوں میں اس کی الفت کا
اپنا محبوب میں کہوں اس کو — یا کہ مطلوب میں کہوں اس کو
کب ہے درجہ کہ یار اس کو کہوں — کب ہے منہ دوستدار اس کو کہوں
ہوں اثر سگ اس کے گھر کا میں — ایک کتا ہوں اس کے در کا میں
کیا کہوں اس کی ذات والا کا — ہے وہ محبوب حق تعالیٰ کا
ذرہ کی آفتاب سے نسبت — ہے مری اس جناب سے نسبت
وصف اس کا نہیں مجال مری — کیا کہوں میں زباں ہے لال مری
یا مرے پیر میں تمہارا ہوں — حول و قوت سب اپنی ہارا ہوں
دین و دنیا مری تمہارے ہاتھ — حضرت حق نے یوں بنایا ساتھ
تجھ سوا اور کون میرا ہے — آسرا صرف مجکو تیرا ہے
تجھ سے ہی بس نباہ اسکا ہے — سارا عالم گواہ اسکا ہے

تونیں ایسی هی دستگیری کی   پدری مادری و پیری کی
تونیں اس مہر و غور سے پالا   نہ پڑا مجکو اور سے پالا
• بات جو هے مری سو تیرے ساتهه   تونیں ایسی هی کی هے میرے ساتهه
تیری الفت نیں ایسا گهیرا هے   کہ مجهے سب طرف سے پهیرا هے
تونیں بندے کو یوں نوازا هے   ایسے ناکس کو سر فرازا هے
نہ قبولے اسے تو اور کوئی   کب کرے یوں کسو کی غور کوئی
رحم یوں مادر و پدر نہ کرے   پیر مرشد کوئی پسر نہ کرے
تیری رحمت هی ظل رب عباد   هیگی هفتاد مادروں سے زیاد
یوں غلاموں سے یار باشی کی   آه کیا کیا هی خوش معاشی کی
یار کوئی تو نہ یوں تو یاری کرے   دوست کب ایسی دوستداری کرے
سارے معشوق کیجے صدقے نثار   سبهی محبوب تجه پہ ڈالے وار
عاشقوں کے تو جیسے ناز اٹهاے   بس تو هی یاکہ بے نیاز اٹهاے
نہ رها جی میں آرمان کوی   یوں کرے کب کسو پہ مان کوی
اے خداوند میرے بنده نواز   ناز پرور کیا یہ تونیں ایاز
کس کا محمود اور کیسا ایاز   هے ترا آپ هی آپ ناز و نیاز
یہ تو نا چیز نیست محض وعدم   خود بخود هے ترا هی فضل وکرم
سب ترے فضل نیں هے کام کیا   ذیل میں اپنے اوسکو تهام لیا
تونیں ناچیز کو جو چیز کیا   تب سبهی نیں اوسے عزیز کیا
یہ قبولیت اس جناب میں هے   نام اس کا بهی هر کتاب میں هے
اور هر جا جو کچهه کہ فرمایا   دیکهنے میں سبهی کے وه آیا
اپنے ذاتوں وگرنہ کچهه هی نہیں   خیر تیرا هے ورنہ کچهه هی نہیں
فضل حق کا میں کیا بیان کروں   صدقہ قربان جی و جان کروں
تجسے محبوب سے هے کام مجهے   دولت وصل هے مدام مجهے
هے یہی حسن ایک سا هر حال   قابل عشق هے یہ حسن وجمال
گلشن عندلیب کا گلزار   هے یہی پهول گل همیشہ بہار
نہیں هوتی یہ صحبت رنگین   نہ هوئی هے نہ هوگی اور کہیں
کونسا رنگ پهر نظر میں چڑهے   کسطرح دل نہ تیرا کلمہ پڑهے

ہے سبھی بات میں تو مد نظر　　کیا کرے کوی اور چیز اثر
روز و شب کوی بات تیرے سوا　　نہیں در پیش آتی شکر خدا
تیرے صدقے سے دید رہتی ہے　　خوشیء دل سے عید رہتی ہے
حق اثر کو یونہیں تمام کرے　　بس اسی میں جئے اسی میں مرے
جز دعا اور کیا غلام کہے　　اس پہ سایہ ترا مدام رہے
تو ہے آئینہ جمال الٰہ　　تجھہ میں سب جلوہ گر ہے وجہ الٰہ
مظہر نام حق تعالیٰ کا　　کوی تجھہ سا ہوا نہ ہووے گا
ہے تو قایم مقام ناصر دین　　ہے تو ابن الامام ناصر دین
ناصر دین رو تیرا ناصر ہے　　نور ناصر تو میرا ناصر ہے
وصف کرنا جناب ناصر کا　　کب ہے مقدور مجھسے قاصر کا
بات وہاں کی میں کیا مجال کہوں　　عجز سے بس زبان لال رہوں
کس کی طاقت کسے ہے تاب وتواں　　اوس جگہہ ہم سبھی ہیں کل لسان
واہ کہنے کا توہی لایق ہے　　بات سب وہاں کی تجھہ پہ صادق ہے
ہے سبھی بات کے مطابق تو　　نالۂ عندلیب ناطق تو
تو تو خود آپ نور ناصر ہے　　تجھسے ہی یہ ظہور ناصر ہے
تجھہ پہ اسرار سب ہویدا ہیں　　سارے انوار تجھسے پیدا ہیں
جوں فرشتہ ہیں سر بسجود　　تو ہمارا ہے قبلہ و مسجود
اپنا معبود تجکو مانا ہے　　بس یہ سر اور آستانہ ہے
تونیں کھولی حقیقت توحید　　سب پہ تیری مدد تری تائید
تونیں توحید ہمکو دکھلائی　　تونیں تجرید ہم کو سکھلائی
تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے　　تو ہی باطن ہے تو ہی ظاہر ہے
کشف و اظہار کے تو قابل ہے　　حضرت عندلیب کا دل ہے
تیری غیبت و معیت وہاں　　کرسکے ہے ہر ایک بات بیاں
خاص وہاں تجکوہی رسائی ہے　　اور کس نیں مجال پائی ہے
جو کہا تونیں سب وہی تو کہا　　ذکر مذکور بس یہی تو رہا
جو ہے تیرے جناب کی تصنیف　　ہے اوسی ذات پاک کی توصیف
• وہی ہرجا جو کیجے غور کہے　　جب کہے پر نئے ہی طور کہے

داد اوسکی میں کیا شعور جو دوں
تیرے سمجھانے سے سمجھتا ہوں
یہ بھی تیرا ہی فیض صحبت ہے
ورنہ کیا میری تاب و طاقت ہے
کچھ ہی تیرے حضور میں بولوں
یا کہ عجز و قصور میں کھولوں
کہہ سکوں کیا میں اس جناب کے بیچ
بات ظاہر ہے سب کتاب کے بیچ
ہیں تصانیف اوس جنابوں کے
ذرہ توصیف اوس جنابوں کے
نالۂ عندلیب ہے دل میں
یہی درد حبیب ہے دل میں
قطعہ تاریخ کا جو فرمایا
آپ حضرت کو وہ پسند آیا
ہوا مقبول اوس جناب کے بیچ
آپ داخل کیا کتاب کے بیچ
مصرعۂ آخری بلا کم و کاست
بے تکلف پڑا عدد میں راست

قطعہ

سال تاریخ این کلام شریف
کہ بسوے حق انجذاب نماست
کرد الہام حق بگوش دلم
نالۂ عندلیب گلشن ماست
۱۱۵۴

دل میں رہتا ہے واردات درد
ورد جاں ہیں مصنفات درد
جو کہ علم الکتاب کو سمجھے
کچھ ذرا اوس جناب کو سمجھے
نالۂ درد ورد ہے میرا
دل فدا اوس کے گرد ہے میرا
بات اپنی تمام آپ کہے
اور کے کہنے کی جگہ نہ رہے

له مد ظلہ

درد می بارد از رسالۂ درد
شرح درد دل است نالۂ درد
قطعہ تاریخ میں ہوا جو ابھی
فیض اوس کے کلام کا ہے سبھی
کرد الہام حق بگوش اثر
این کلامیست کز حبیب منست
گوش کن از سر صفا و صدق
نالۂ درد عندلیب منست
۱۱۹۰

ایک ہے یہ رسالۂ نالۂ درد   دوسرا اس کے ساتھ آہ سرد

اور دو ان کے جو مقابل ہیں   درد دل اور شمع محفل ہیں

الغرض ہر کلام حضرت کا   کھولتا ہے مقام حضرت کا

عاشقان خدا کو درد دل   بات سے اوس کی ہووے ہے حاصل

درد جو دستگیر میرا ہے   حضرت خواجہ میر میرا ہے

اوسکی ہی ذات نور ناصر ہے   سب اوسی سے ظہور ناصر ہے

مرشدم مد ظلہ العالی   حضرت درد پیر خواجہ میر

از جنابش کہ ہست صاحب درد   اے اثر اند کے اثر بپذیر

آنکہ ہر وقت ناصر است و معین   حضرت ماست خواجہ ناصر پیر

نالۂ عندلیب قدس شنو   ہر زمان پند سودمند بگیر

بسکہ خالص محمدی ہستی   در رہ الفت محمد میر

یا الٰہی ز بس محمدیم   راہ بنما مرا کہ مہتدیم

حشر من ساز در محمدیان   کہ بساطم بود ہمیں ایمان

نفس و شیطان چسان کند گمراہ   خواندہ ام لا الہ الا اللہ

این شہادت ہمی دہم ہمراہ   کہ محمد بود رسول اللہ

باد یارب باو درود و سلام   ہم بر آلش بلا فتور مدام

بیعت من معنعن است باو   این رہ مرشد منست باو

زین وساطت مرا امیدے ہست   کہ رسم تا بپاش دست بدست

من چہ باشم وسیلہ را نازم   جان خود را فدائے او سازم

فضل یا رب طفیل حضرت من   کن قبولم بذیل حضرت من

بر سرم دار مہر طلعت او   ذرۂ در دلم ز نسبت او

زدہ ام دست خود بدامن او   خوشہ چینم کنی ز خرمن او

دار بر من نگاہ شفقت او   تا کہ باشم غریق رحمت او

غرق بحر گناہ و عصیانم   دامن آلودہ تا گریبانم

خارج از حد گناہ گاری من   بر تر از عد تباہ کاری من

ہمہ تقصیر و جرم و عصیان است   ہمہ سہو و خطا و نسیانست

من آوارہ سخت منفعلم   ہیچ و ناکارہ ام بسے خجلم

لیک با اینهمه سیه کاری چشم دارم ظهور غفاری
دلم افتاده است بسکه فضول هست امیدوار فضل و قبول
بهٔ که الحال در حضور آیم با وجود همه قصور آیم
غیر حاضر از و چسان مانم حاضر و ناظر اوست هر آنم
اے جناب مقدس پیرم عفو کن جمله هرزه تقریرم
توبه کردم ز یاوه گوئیها باز گشتم ز هرزه پوئیها
از تو پوشیده نیست حال من نیت و خطره و خیال من
هستی آگه ز جمله سر و علن پیش تو ظاهر است باطن من
از خجالت همه تر آمده‌ام عفو فرما که بر در آمده‌ام
بخشش همچو مجرمے معلوم لیک زین در نگشت کس محروم
تا ابد هست باب تو مفتوح قسمت خلق زان فیوض و فتوح
نیست دیگر درے کشاده چنین که صلاے نجات داده چنین
فیض بر عالم است زین در تو چشمهٔ مهر ذره پرور تو
اے ز نورت منور است مدام باطن و ظاهر خواص و عوام
هست این ذات نور رحمانی شد از و کائنات نورانی
گر نباشی تو واسطه هیهات آسمان و زمین شود ظلمات
از وجودت بود قیام جهان فیضیاب از تو جمله عالمیان
فرض برما همه اطاعت تست همه را حاجت شفاعت تست
نیست خارج کسے ز دعوت تو هم بسے داخل اجابت تو
نکند یا کند کسے معلوم میدهی قدر قسمتش مقسوم
مدتے افتاده ام بدر گه تو سر نهاده بعجز در ره تو
نسبتے داده حق بسوے توام کمترین سگان کوی توام
عیب دارم ولے ترا دارم نا بکارم ولے ز سرکارم
بزدا ظلمتم بنور خویش رفع غفلت کن از حضور خویش
گرچه بهر تو ننگ و عارم من لغو بیهوده هرزه کارم من
من گمراه را هدایت کن نسبت خاص خود عنایت کن

بیخودم هیچ گه مرا مگذار   با خودم دار و نیز با خود* دار
دارم امید وار روز کرم   که ندارم سرم جدا ز قدم
کردهٔ آنچه مهربانیها   وعده فرمودهٔ زبانیها؟
دست آویز هست بهر نجات   حرزم اینست درحیات و ممات
لیک هستم غلام صادق تو   در خور خود ولی نه لایق تو
بر جنابت قویست ایمانم   غیر تو نیست در دل وجانم
اعتماد است بر عنایت تو   اعتقاد است بر حمایت تو
نه عبادت بود نه طاعت من   کردهٔ ذمهٔ شفاعت من
در بساطم بجز قبول تو نیست   غیر رب تو و رسول تو نیست
بطفیل جناب ناصر خویش   بخششی کن برین عقیدت‌کیش
با تو کرد آنچه حضرت ناصر   تو همان کردهٔ باین قاصر
کی توان شد ادای شکر زمن   همه قربان تست جان و تن
بس همین خواهم از جناب خدا   سرم از پای تو مباد جدا
شکر حق خاتمه بخیر شده   محو از دل خیال غیر شده
خاطرم زین حضور آباد است   دل ز جمله قیود. آزاد است
در دلم خواهش و مراد نماند   آن فسانه چه بود یاد نماند
جای دیگر کنون رسید سخن   نیست کانجا رسائی تو و من
قطره‌ام با محیط خود پیوست   همه از قید ما و من وارست
عقده در خاطرش فتد ز کجا   شد دلش محو در دل دریا
ورنه جان محبتش ساری است   بر زبان نام پاک او جاری است
نیست در دل سوای این حاضر   اول آخر همین هوالناصر

---

* (ن) بی خود

غلط نامہ مثنوی خواب و خیال

صفحہ	شعر	غلط	صحیح
۷	۱۵	فضل کرم	فضل و کرم
۸	۲۴	ور	اور
۹	آخر شعر	اوو	وو
۱۱	۱۱	مستنذد	مستمند
۱۹	۶	آتش زدوں سیں	آتش زدوں نیں
۱۱	۱۱	کاتے	کاتی
۴۳	آخر شعر	جیسے	جی سے
۴۵	۶	دتی درس	دادرس
۵۵	۸	بولونگا	بولوں
۵۷	۱۳	زحمت	زخمت
۵۹	۲۶	باندھے ھے	باندھے
,,	,,	اتیر	ایتر
۶۰	۲	جھیکتا	جھینکتا
۶۱	۵	مجلس کے	مجلس کی
۶۲	۱۲	جز وکل	جزو و کل
۶۸	۲۹ (مصرعہ ۲)	بیٹھہ	پیٹھہ
۷۸	۱	یات	بات
۸۶	۱۶	پلتّی	پلتّی
۸۶	۱۹	لوتا	توتا
۹۲	۴	حال	چال
۹۵	۴	تو	د و
۹۵	۴	تووہ	تودہ
۹۶	۱۳	گھی	کھے
۹۸	۳	تسبمست	تبسّمت
۱۰۸	۴	موجودہ	موجود
۱۱۶	۶	لہ مدظلہ	لہ
۱۳۱	۱۲	فہمیدہ	فہمید